اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر: ——— ۲۶
شمارہ: ——— ۸
شوال، ذیقعدہ ——— ۱۴۱۱ھ
مئی: ——— ۱۹۹۱ء

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۳۲۰/۳۲۱/۳۲۵
کوڈ نمبر: ۰۵۲۴۹

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر:
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدیر: مولانا عبدالقیوم حقانی ○ ناظم: شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

بدل اشتراک: پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے - فی پرچہ ۵ روپے - بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ - بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

- شریعت بل کی منظوری کے باوصف رائے عامہ کی سرد مہری کیوں ؟
- استردادی نہیں، اصلاحی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے !

شریعت بل کے قومی اسمبلی میں منظور ہونے کے بعد سینٹ میں پھر سے زیرِ بحث آنے سے وہ پورے ملک میں بحث و فکر کا موضوع بن گیا ہے۔ کچھ عناصر تو صرف مخالفت برائے مخالفت کا شوق پورا کر رہے ہیں اور واہی تباہی بک رہے ہیں، کچھ عناصر سنجیدگی سے اس کا جائزہ لے کر مفید اور مُتفقہ نکات کی حمایت و تحسین کر کے اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اقتدار پرست طبقہ (جن میں سے اکثریت کو فی الحقیقت نفاذِ شریعت سے کوئی دلچسپی نہیں) محض وزیر اعظم کی "گڈ بک" میں اپنا نام درج کرانے کے لیے اس کی تعریف میں سراپا قلابے ملا رہا ہے۔

مجموعی طور پر شریعت بل کی منظوری کی ویسی پذیرائی نہیں ہوئی، جیساکہ واقعیت اس کی متقاضی تھی یا خود وزیر اعظم اس کی توقع کرتے ہوں گے ——— گرمجوشی کے بجائے سرد مہری نمایاں ہونے کے متعدد اسباب ہیں۔

اوّل تو یہ کہ خود حکومت نے سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل کا حلیہ بگاڑ کر ابتداءً جو "شریعت بل" پیش کیا تھا اُس سے تمام اُمیدوں اور توقعات پر پانی پھر گیا۔

دوم یہ کہ شریعت بل، شریعت آرڈی ننس، نواں ترمیمی بل اور سینٹ کے منظور کردہ متفقہ شریعت بل کے ساتھ ماضی میں حکمرانوں کا جو رویہ رہا وہ قطعاً مخالفانہ اور بعض حالات میں معاندانہ تھا۔

سوم یہ کہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ہوم ورک اور معاشرتی سطح پر اہم انقلابی اقدامات کے بغیر نفاذِ اسلام کے جو تجربات ہوتے رہے ان کے ثمرات سماجی سطح پر حاصل نہیں ہوئے بلکہ بعض صورتوں میں ان تجربات کے نتائج مسخ ہو کر بڑی مکروہ صورت میں سامنے آئے جس سے عمومی مایوسی پھیلی۔

اس عمومی مایوسی اور پھر اوائل میں حکومت کے متفقہ شریعت بل سے انحراف اور دینی قوتوں کی بے اعتمادی و اختلاف کے پس منظر میں موجودہ شریعت بل کے ضمن میں گرمجوشی کا فقدان بالکل فطری بات ہے۔

وزیر اعظم سمیت اربابِ حکومت اور اہلِ سیاست کا امتحان قانون سازی کا نہیں قانون کے مؤثر نفاذ کا ہے۔

قانون انسدادی اور امتناعی ہو یا حقوق کے تحفظ و تعین سے متعلق، نظامِ شریعت کے تمام تر اصول و فروع کی آئینی منظوری کیوں نہ ہو، جب تک اس کے محسوس نتائج معاشرے میں نگاہوں کے سامنے نہ آئیں تو قانون کی حیثیت ردّی کے ایک پرزے سے زیادہ نہیں رہتی۔

پھر منافقانہ تضادات، دینی قوتوں کے زبردست دباؤ سے قبل متفقہ شریعت بل میں فحش تحریفات اور عملی اقدامات کے بارے میں شک و شبہ کی فضا میں نفاذِ اسلام کے دعوؤں سے مایوسی کے سوا کسی دوسری کیفیت کا اظہار ممکن بھی نہیں ——— مثلاً شریعت بل کی منظوری اور قال اللہ و قال الرسولؐ کے ساتھ ساتھ پی ٹی وی اور ریڈیو پر فواحش و منکرات کا کھلا ابلاغ، وہ تضادات ہیں جس سے بننے والی فضا میں نفاذِ اسلام کا دعویٰ منافقت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر لوگ یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے باوصف وزیر اعظم ٹی وی کی مختصر سی سکرین پر اسلام نافذ نہیں کرسکتے تو پورے ملک میں کیسے نافذ کریں گے؟

دوسری طرف لادین سیاستدان اور الحاد زدہ قوتیں وزیر اعظم صاحب کے سیاسی عزائم پر تنقید کی آڑ میں بڑی پرکاری سے اسلامی نظام کے نفاذ کے داعیے، خواہش اور تمنا کو لوگوں کے دلوں سے کھرچ رہے ہیں جبکہ فکرمند عناصر بھی اپنی جماعتی اور سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر کچھ کرنے اور کہنے سے قاصر ہیں، جب تک اُن کے سیاسی عزائم پورے نہیں ہوں گے یہ صورتِ حال جاری رہے گی اور اس سے اسلامی نظام کے کاز کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

اگر شریعت بل کے اجراء کے ساتھ نفاذِ شریعت کے لیے ہوم ورک بالخصوص ذرائع ابلاغ میں نمایاں تبدیلی نہ کی گئی تو نظامِ شریعت کے نفاذ اور شریعت بل کی قبولیت کے لیے عمومی فضا مزید بگاڑ دی جائے گی۔

بدقسمتی سے فی الوقت تو بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنا مطمحِ نظر اوّل تا آخر اسلامی نظام کا نفاذ بتلاتے ہیں مگر اپنی سیاسی ساکھ بنانے کے لیے وزیر اعظم کے سیاسی عزائم پر تنقید کے عنوان سے شریعت بل کو بھی بالکل اسی طرح استعمال کر رہے ہیں جس طرح اسلام کی حریف قوتیں کر رہی ہیں۔

شریعت بل کی منظوری سے پیدا شدہ صورتِ حال کے پیشِ نظر فی الوقت ملک میں سیاسی قوتوں کے تین ایسے متوازی فریق واضح ہیں کہ جن میں :-

(۱) ایک کو تو شریعت دل و جان سے عزیز ہے مگر اپنے سیاسی مزاج کے پیشِ نظر حکومت کے کسی اچھے اقدام کی حمایت یا خود وزیر اعظم کی ذات انہیں قابلِ برداشت نہیں۔

(۲) دوسرا فریق وہ ہے جو وزیر اعظم اور مسلم لیگ کو تو برداشت کرسکتا ہے مگر شریعت بہرصورت ناقابلِ برداشت ہے۔

(۳) تیسرا فریق وہ ہے جو ملک میں دل و جان سے نفاذِ شریعت کا خواہاں ہے خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو چنانچہ حکومت کے ہر مثبت اقدام اور نفاذِ شریعت کی پیش رفت میں وہ ہر قسم کے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر حمایت کرتے ہیں اور خامیوں، کجیوں اور غلط اقدامات کا تعاقب، محاسبہ اور بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔

اس وقت اپنے بیرونی آقایانِ ولی نعمت کے اشاروں پر وہ فریق پوری طرح سرگرمِ عمل ہے جو مسلم لیگ اور نواز شریف کو تو برداشت کر سکتا ہے مگر شریعت کو برداشت نہیں کرتا۔ جبکہ دوسرا فریق ہر جائز و ناجائز بات میں حکومت کی مجنونانہ مخالفت کی سیاسی پالیسی اختیار کر کے شریعت بل کو ہدف بنائے ہوئے ہے، اس سے مجموعی طور پر فضا پہلے فریق کے حق میں سازگار ہو رہی ہے۔

ہم اس گروہ میں شامل اربابِ عقل و شعور سے صرف اتنا عرض کریں گے کہ نواز شریف اور حکومت کی مخالفت ضرور کیجئے مگر بس اتنی سی احتیاط لازم ہے کہ وزیر اعظم کی مخالفت برائے مخالفت کا وزن شریعت کے مخالفوں کے پلڑے میں نہ جا پڑے ــــ محض حکومت کی مخالفت میں فضا شریعت بل کے خلاف کر دی گئی تو اس سے اپنے ہی کاز کو نقصان پہنچے گا ــــ اور موقع و محل کی مناسبت سے ہماری یہ گذارش بھی بے جا نہ ہو گی کہ سیاسی صف بندی کرتے ہوئے روزمرہ بدلتی ہوئی سیاسی کیفیات کو بنیاد بنانے کے بجائے اصولی، نظری اور معروضی حقائق کو بنیاد بنایا جائے، سطحی اور عبوری سیاسی مصلحتوں کی بنیاد پر صف بندی کسی بھی مشترکہ جدوجہد کے ثمرات کو کسی دوسری ہی طاقت کی جھولی میں ڈال دے گی۔

یقیناً حالیہ سرکاری شریعت بل میں فنی اور فکری کمزوریاں ہیں، یہ کمزوریاں اور رکاوٹیں دور کر دی جائیں، یہی جمہور اہلِ اسلام کا مطالبہ بھی ہے اور تمام دینی جماعتوں کا بھی ــــ لیکن اگر تحفظات کے بغیر اس کی مخالفت کی گئی تو فضا ایسی بن جائے گی کہ آئندہ کوئی بھی حکمران شریعت کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوگا، جس میں آنے والی اسمبلی اسے بہتر بنانے کے بجائے اٹھا کر باہر پھینک دے گی اور کوئی متبادل مسودۂ قانون بھی نہیں لایا جا سکے گا۔ "نہ ہونے" سے بہر حال "کچھ ہونا" بہتر ہے۔ کہ اس "کچھ" کو "کُل" بھی بنایا جا سکتا ہے۔

ملک میں نفاذِ شریعت کی خواہاں تمام دینی قوتوں کے اتحاد کی طرح تمام زعماءِ قوم کو استبدادی نہیں، اصلاحی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے، محض منفی رویہ کے نتائج خود ان کے اور شریعت کے حق میں مفید نہ ہوں گے، انہیں مثبت اور بھرپور اصلاحی رویہ اختیار کر کے اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کی راہ ہموار کرنی چاہیئے۔

عبد القیوم حقانی

مولانا عبد القیوم حقانی

شریعت بل اور تین راستے

قرآن وسنت کی روشنی میں خالص شرعی و معتدل لائحہ عمل

بالآخر سینٹ کے محرکین شریعت بل سمیت تمام دینی جماعتوں کے شدید دباؤ اور اصرار پر حکومت نے ان کی طرف سے پیش کردہ آٹھ میں سے چھ ترمیمات فوری طور پر تسلیم کرتے ہوئے قومی اسمبلی سے شریعت بل منظور کرا لیا ہے، مزید دو ترامیم کے بارے میں وعدہ اور ایفاء عہد کی یقین دہانی سمیت دینی قوتوں کے لیے قانونی راہ اختیار کرنے کی بھی گنجائش موجود رہتے ہوئے عوامی، سیاسی اور دینی ردِ عمل، آراء اور بعض ذمہ دار حضرات اور سیاستدانوں کے اخباری بیانات نے قوم کو تشویش میں ڈال دیا ہے۔

علمی و دینی اور شرعی نقطۂ نظر سے موجودہ گھمبیر صورتِ حال میں خالص اعتدال کی راہ، اسلامی تعلیمات سے ماخوذ راستہ اور نفاذِ شریعت کے مقصد کے حصول کے لیے مفید ترین لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ ذیل میں اپنے دینی فریضۂ منصبی کے پیشِ نظر قرآن و سُنّت کی رُوح اور اسلامی تاریخ کے تجربات پر مبنی صحیح طریق کار کے بنیادی اصول کے راہنما خطوط پیشِ خدمت ہیں:۔

اِس وقت ملک کے طول وعرض میں جس قدر بھی اربابِ علم و کمال، صاحبانِ درس و تدریس، مفتیانِ کرام، مشائخ عظام، فقہاءِ اُمت، صلحاءِ قوم، دینی و مذہبی راہنما اور اسلامی قیادت کے زعماء (جو دینی فہم و ادراک اور ایمان کی دولت سے معمور اور دینی غیرت و حمیت اور ملک میں اسلامی انقلاب اور نفاذِ شریعت کے جذبہ سے مالا مال ہیں جنہیں کسی ذاتی مفاد، بیرونی قوتوں سے وابستگی، سیاسی شہرت اور فکری کجی سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ و مامون رکھا ہوا ہے) کیلئے موجودہ صورتحال کے سامنے جو اس وقت مملکتِ پاک کے تمام قلمرو پر سایہ فگن ہے، تین راستے ہو سکتے ہیں:۔

(۱) حکومت، نظامِ حکومت اور ملک و سیاست کو اپنے حال پر چھوڑ کر اپنے لیے کسی ایسے گوشہ کا انتخاب کر لیا جائے جہاں اطمینان کے ساتھ ذکرِ خدا، مراقبۂ آخرت اور یادِ الٰہی میں مشغولی کی لذتیں حاصل کی جائیں۔ درس و تدریس، بحث و تحقیق، تصنیف و تالیف اور علمی تدقیقات سے ذہنی اور فکری عیاشی کے اسباب مہیا کیے جائیں۔ تصوّف و طریقت کے حلقے قائم کر کے طالبین کی تربیت، ذکر و عبادت کی یکسوئی اور خلوت میں عشق و محبت کی کیفیات کو مزید

آنچ دے کر جذبۂ دل اور جوش محبت کی سرگرمیاں میسر کر دی جائیں یا محض وعظ و تبلیغ ، امامت و خطابت پر اکتفا
کرکے امن و سکون سے گذر اوقات کیا جا تا رہے۔

یہ وہ طرزِ عمل ہے جو اس عہد کے بیسیوں ہی نہیں بلکہ سینکڑوں علماء و مشائخ ، دانشوروں اور ارباب علم و
فضل نے اختیار کر رکھا ہے، ملک کے چپہ چپہ پران کی خانقاہیں قائم ہیں ، درس و تدریس کے مدارس موجود ہیں،
ذکر و مراقبہ کے حلقے ہیں، بحث و تحقیق کی اکیڈمیاں قائم ہیں، علم و دانش کے ادارے ہیں اور وہ پوری یکسوئی
اور خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ صرف آج کے دور کی بات نہیں بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
امام اعظم ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، امام شافعیؒ ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ ، سید احمد شہیدؒ ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ،
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دور میں بھی ان لوگوں کی کمی نہیں تھی اور
خلق خدا کو ان سے بیش بہار وحانی و ایمانی اور علمی و مطالعاتی، تحقیقی اور معاشی و فکری فوائد پہنچ رہے تھے۔

(۲) پاکستان کی برائے نام مسلم سلطنت اور اس کے حکمرانوں (جن میں سے بعض کو صرف مسلمان خاندان میں پیدا
ہونے کا شرف حاصل ہے، بعض رفض و شیعیت زدہ ہیں اور بعض کی شخصی زندگی ، ارادے و عزائم اور نعرے اور
وعدے بھی اسلامی رہے، گو وہ نفاذِ شریعت کی عملی مثال قائم کرنے میں اُس جرأت کا عملی مظاہرہ نہیں کر سکے جس
کا اسلام متقاضی ہے) کو اسلام کا مخالف اور معاند سمجھ کر انہیں دین دشمن باور کرایا جائے جن کے ثبوت کے لیے
بہت سے آئین و ضوابط اور ذاتی اعمال و اخلاق بھی مل سکتے ہیں ، قرائن اور شواہد سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے،
وزراء، مشیر اور کابینہ کے ارکان بھی نشانہ بن سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حکمرانوں کی اصلاح و فلاح سے یکسر مایوس
ہو جانا اور ان کے خلاف ایک دینی اور مذہبی محاذ قائم کر لینا اور اسلام کا ان کو مستقل حریف اور مقابل سمجھ کر
ان کی مستقل مخالفت اور ان کے خلاف صف آرائی، اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو دینی حمیت، جہاد و سرفروشی
کا جذبہ رکھنے والے اور موجودہ صورتحال سے بیزار یا ان رات خالص اسلامی انقلاب کی توقعات قائم کرنے
والے اور عجلت پسندی کے جذبات رکھنے والے معتقدین ، مریدین اور پارٹی کارکنوں کو مجتمع کرنا اور پھر کسی سیاسی
یا فوجی کارروائی کے ذریعہ ملک میں انقلاب لانا اور تختِ سلطنت پر کسی زیادہ صالح اور دیندار شخص کو بٹھانے
کی کوشش کرنا جو پوری سلطنت ، نظامِ حکومت اور طریقِ سیاست کا رُخ موڑ دے اور حالات میں یکسر تبدیلی
آجائے ——— الفاظ اور تخیل کے اعتبار سے یہ تجویز و تحریک خوش آئند تو ہے ، زندہ باد کہنے والے بھی مل
جاتے ہیں اور اخبارات میں تصویریں بھی لگ جاتی ہیں ، جاہ و منصب اور شہرت سے خواہشِ نفس کو بھی چارہ مل جاتا
ہے مگر واقعاتی دنیا میں اس کے مثبت نتائج حاصل نہیں ہوتے، ضیاء الحق مرحوم کے مقابلے میں بے نظیر کے لیے
راستہ ہموار کیا گیا، انقلاب آیا تو نسوانی حکومت قائم ہوئی اور اب بھی انقلاب کا راستہ بے نظیر ہی کا راستہ ہے۔

(۳) اسلام پسند ارکانِ سلطنت یا کمیونسٹ اور لادین سیاست دانوں کے مقابلے میں نسبتاً اچھے اور دیندار مسلمان راہنماؤں اور حکمرانوں سے تعلقات، اتحاد اور نفاذِ شریعت کے منشور پر وحدت اور قربت پیدا کی جائے۔ عہدہ و منصب، ذاتی وقار، ذاتی مفاد، لالچ اور دُنیا و دولت سے بے نیازی اختیار کر کے انہیں اہلِ علم سے عقیدت اور علماء کے خلوص اور دلسوزی پر اعتماد دلایا جائے ـــــ

ان میں دینی جذبہ اور حمیت اُبھار کر اور ان کے دلوں کے خاکستر میں مسلمان ہونے کے ناطے جو ایمانی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں اُن کو فروزاں کر کے ان کو نیک مشورے لینے اور سُننے پر آمادہ کرنا، ان کی رگِ اسلامیت کو جنبش میں لانا، ان کو مختلف حیل و تدابیر اور حکمت و تدبر سے اسلام کی حمایت، مسلمانوں کے مجروح دلوں کی چارہ سازی اور گذشتہ ادوار کی تلافی پر آمادہ کرنا، خود ہر قسم کے عہدہ وجاہ و منصب سے بلکہ اس کے سایہ تک سے بھی دُور رہنا، مکمل زہد و استغناء کا ثبوت دینا، حکومت و سلطنت کو اہلِ حکومت اور مناصب و مراتب کو اہلِ مناصب و مراتب کے حوالے کرنا، ایسی عالی ظرفی، بلند نظری اور بے لوثی کا اظہار کہ کوئی شدید سے شدید مخالف اور حاسد بھی جاہ طلبی یا حصولِ اقتدار کی تہمت نہ لگا سکے اور کوئی مخالفانہ سازش بھی اس سلسلہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

جہاں تک پہلے نمبر کا تعلق ہے وہ حضرات اہلِ علم اور اربابِ دین و دانش اور بہی خواہانِ شریعت کی اُفتادِ طبع ان کی شانِ علم و عزیمت اور اس رفیع منصب سے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا ہے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اربابِ علم و فضل اور اہلِ دانش کو اللہ تعالیٰ کی اس قدر عطا و عنایت اور بخشش و انتخاب کے پیشِ نظر اس بات کا اذعان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے تبلیغ و ترویج اور نفاذِ شریعت کا کام لینا منظور رہے، وہ محض لازمی و انفرادی عبادات و ترقیات، پیری مُریدی محض درس و تدریس اور ذکر و فکر کے لیے پیدا نہیں کیے گئے بلکہ ان پر نبوت کے مشن کی تکمیل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خواجہ احرارؒ سے یہ مقولہ نقل کر کے "حدیثِ دیگراں" میں "سرِ دلبراں" کہہ دیا ہے کہ:۔

اگر من شیخی کنم ہیچ درعالم مرید نیابد اما مرا کارِ دیگر فرمودہ اند و آں ترویجِ شریعت و تائیدِ ملت است۔	اگر میں خالی پیری مریدی کرنے پر آجاؤں تو دنیا میں کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملے لیکن خدا نے مجھے کچھ اور ہی کام سپرد کیا ہے اور وہ ترویجِ شریعت اور تائیدِ ملت ہے۔

پھر اس جملہ کی مزید توضیح اور تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

لاجرم بصحبتِ سلاطین مے رفتند و بتصرفِ خود ایشاں را منقاد مے ساختند و بتوسلِ ایشاں ترویجِ شریعت مے فرمودند۔	آپ بادشاہوں کی مجالس میں تشریف لے جاتے تھے اور اپنی باطنی قوت اور روحانی تاثیر سے اُن کو اپنا مطیع و منقاد بنالیتے تھے پھر ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے۔

لہٰذا اہلِ علم کا یہ فرض ہے کہ وہ قومی اداروں اور ملکی سیاست میں مؤثر کردار ادا کریں، جمہوری اداروں میں بائیکاٹ اور انکار کے بجائے اسلام دشمن عناصر کے اعتراضات اور اسلام کے خلاف خرافات اور بے دینوں کی یلغار کا دندان شکن جواب دیں اور کسی بھی جعلی، نام نہاد یا سرکاری اور غیر اسلامی شریعت کے مقابلہ میں دلیل اور ٹھوس ثبوت کے ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی شریعت کا قانونی خاکہ پیش کریں۔

جہاں تک نمبر ۲ کا تعلق ہے یہ ایک سیاسی ذہنیت رکھنے والے کوتاہ نظر داعی یا قائد یا کسی پارٹی لیڈر کا طرزِ عمل ہو سکتا ہے جو اپنا کام شک و بدگمانی سے شروع کرتا ہے اور اپنی عجلت پسندی، حکمتِ دعوت اور جذبۂ خیر خواہی و نصیحت پر محاذ آرائی کو ترجیح دینے کے نتیجہ میں حکومت و اقتدار کو اپنا حریف اور مدِ مقابل بنا لیتا ہے اور دین کے غلبہ کے امکانات اور میدان کو اور زیادہ تنگ کر لیتا ہے۔ حالانکہ ایک داعی الی اللہ، ایک عالمِ دین، ایک مذہبی راہنما اور واقعۃً کسی بھی خالص دینی جماعت کے پیشوا کا طریق کار یہ نہیں ہوتا جس کا مقصد اپنی ذات یا جماعت کے لیے حصولِ اقتدار، حصولِ جاہ اور تسکینِ اَنا نہیں صرف دین کا غلبہ اور احکامِ شریعت کا نفاذ و اجراء ہوتا ہے خواہ وہ کسی کے ہاتھ سے ہو۔

اس سلسلہ میں جہاں تک عملی اقدام یا تحریک اور نئے سیاسی انقلاب کا تعلق ہے تو وہ سخت خطرات سے بھرا ہوا ہے، پاکستان کے اس وقت کے سیاسی نقشہ اور ماحول میں ایک طرح سے نفاذِ شریعت اور اسلام کے بارے میں خودکشی کا اقدام ہوگا۔ اس طرح کی خالص معاندانہ تحریکوں، مفاد پرستانہ محاذ آرائیوں اور بے دین سیاسی ہتھکنڈوں یا کسی بھی قسم کے ایجی ٹیشنوں جو عموماً کسی اصلاح اور زیادہ تر دینی اور مذہبی عنوان سے کیے جاتے ہیں سلطنتوں، اصحابِ اقتدار اور اربابِ حکومت کی مختلف بدگمانیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں، اور ایسے طرزِ عمل سے خاص کر دینداروں کی ایسی بے سود حرکتوں سے وہ دین کو اپنا حریف اور رقیب سمجھ کر اس کے استیصال اور اس کے ہمنواؤں اور پیروؤں کی تلاش و جستجو کر کے ان کا قلع قمع کرنے کے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ماضی کے ادوار میں اس کے لیے استشہاد کے متعدد مواقع اور بعض نازک ترین مرحلوں کو تخیل میں لایا جا سکتا ہے۔

ماضی کے تجربات اور حال کے مثبت اور مفید اور نافع حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے تو اربابِ حل و عقد اور دینی قیادت کے لیے واضح لائحہ عمل کی تشکیل میں کوئی خلش باقی نہیں رہتی کہ حالات میں انقلاب لانے کے لیے پُرخطر اور مشتبہ راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ ردِ عمل میں انکار اور مزاحمت جس قدر سخت ہوگی قرآن کریم کو ریگستانیوں کا قانون قرار دینے والوں کے ہاتھ مضبوط ہوں گے۔ آخر جس راہ پر شیعہ خوش ہو، مرزائی اس پر چلیں، منکرینِ حدیث اسے اختیار کریں، پی پی پی اسے اپنا ہدف بنالے وہ راستہ اسلامی انقلاب کی خواہاں قوتوں کو کیسے راس آسکتا ہے؟

اس سلسلہ میں ہماری صاف، بے غبار اور مبنی برحقیقت رائے یہ ہے کہ "شریعت بل" کو منزل نہیں، نشانِ منزل سمجھنا چاہیئے۔ گو اس سے سفرِ شوق پورا نہیں ہوا مگر راستہ کا تعین تو ہو گیا اب شریعت کے مکمل نفاذ کے لیے معاشرے میں مستقل تحریک برپا کرنے کی ضرورت کے ساتھ ساتھ حکومت کی مشینری سمیت اربابِ حکومت پر اس کی تنفیذ کیلئے بھرپور دباؤ ڈالنے اور مؤثر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے حالات میں انتہاء پسندی بھی مضر ہے اور عجلت بھی، اعتدال ہر لحاظ سے مفید اور نافع ہے۔

اگر خدانخواستہ اس وقت فکر و تدبر اور خالص دینی اور قومی نقطہ نظر سے سوچ سمجھ کر مثبت اقدامات نہ کیے گئے تو کامیابی اُن منفی عزائم اور جذبات کی ہوگی جن کا اظہار "شریعت بل" کی مخالفت میں ایک مخصوص طبقۂ فکر کی طرف سے اسمبلی کے اندر اور باہر برملا ہو رہا ہے، سابق وزیر داخلہ نے تو اسمبلی میں یہاں تک کہہ دیا کہ:۔

"وہ شریعت جو ریگستانی معاشروں کے لیے تھی اور ریگستانی معاشرے بھی ایسے کہ خانہ بدوش اور خانہ بدوشی بھی ایسی کہ جہاں بیٹی اور بہن اور عورت کی وہ عزت نہ تھی جو دجلہ و فرات کے زرعی معاشروں میں تھی وہ شریعت یہاں وادیٔ سندھ میں نافذ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے"

(روزنامہ "جسارت" کراچی ۷ ارمئی)

خدا کا شکر ہے کہ سوائے شیعہ، مرزائی، پ پ پ اور دینی جماعت کے ایک گروپ کے محرکینِ شریعت بل سمیت ملک کی تمام چھوٹی بڑی قابلِ ذکر مذہبی و دینی جماعتوں نے حکومت میں شرکت، عہدہ و منصب اور وزارت کے قلمدانوں کو سنبھالنے کے لالچ میں آئے بغیر بلکہ بڑی بڑی پیش کشوں کو جوتے کی نوک پر ٹھکراتے ہوئے متفقہ "شریعت بل" کے سوائے دو نکات کے باقی تمام نکات کو منظور کرا لینے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور بقیہ دو نکات کے لیے اگر حکومت نے لیت و لعل اور تاخیر سے کام لیا تو قانونی راہ سے بھی اس منزل کو حاصل کرنا آسان ہو گیا ہے۔ فللّٰہ الحمد

لہٰذا قومی، سیاسی اور دینی قیادت کا فرض ہے کہ وہ موجودہ نازک ترین حالات میں تخریب کے بجائے تعمیر، نفی کے بجائے اثبات و ایجاب اور ازالہ کے بجائے امالہ کا راستہ اختیار کرے جو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ اور ایک بے ضرر راستہ ہے۔

موجودہ حالات میں نفاذِ شریعت کے خواہشمند، بہی خواہانِ ملت اور دینی زعماء کے لیے صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے کہ وہ اربابِ حکومت سے مذاکرات اور نصح و خیر خواہی کی بنیاد پر قائم تعلقات، روابط اور اپنی سیاسی قوت سے فائدہ اٹھائیں۔ لاریب اربابِ اقتدار کی اکثریت دیندار نہیں ہوتی مگر ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسلام کی محبت اور دین کی حمیت سے قطعاً خالی بھی نہیں ہوتے، لہٰذا انہیں سمجھایا جائے اور ان کی صلاحیتوں کو

دین کی خدمت کی طرف موڑا جائے۔

دینی قوتوں کا اتحاد، سیاسی پوزیشن مستحکم، باہمی اعتماد ہو اور حکومت سے محض مخالفت برائے مخالفت کے بجائے اچھائیوں اور حسنات کی تائید، کوتاہیوں اور سیئات پر تنبیہ و انذار کے ساتھ ساتھ خامیوں پر گرفت مضبوط کر کے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

تاہم یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس بل میں بعض معاملات کو غیر اسلامی سمجھتے ہوئے بھی بحالت اضطرار عبوری مدت کے لیے جوں کا توں رکھا گیا ہے، ان کو فوری طور پر متبادل نظام سے بدلنا ہوگا ورنہ ان کی موجودگی میں نفاذ شریعت کا عمل ناقص اور بعض حالات میں نقصان دہ ثابت ہوگا۔

ہماری دلی دعا ہے کہ خدا کرے کہ "شریعت بل" اور عملاً اس کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت اور علماء شریعت کے قدم باہمی اعتماد سے آگے بڑھتے رہیں اور منزل قریب ہوتی رہے۔

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

نکاح کی اہمیت — اور — اُس کا فلسفہ

اسلامی شریعت میں

(۲)

شریعت آدم کی ایک اہم خصوصیت | بعض علماء کا کہنا ہے کہ دورِ آدم سے لے کر آج تک جو چیز بطور عبادت مشروع ہوئی ہے وہ نکاح ہے جو جنت میں بھی جاری رہے گا۔[۱]

واقعہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر امتِ اسلامیہ تک کوئی شریعت ایسی نہیں گذری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔ اور اس اعتبار سے یہ تمام انبیائے کرام کی سنت رہی ہے۔ سوائے ایک دو استثنائی مثالوں کے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیگر شریعتوں میں نکاح کی شرائط وغیرہ میں کچھ نہ کچھ فرق و اختلاف بھی رہا ہو۔ مگر جہاں تک نفسِ نکاح کا تعلق ہے تمام انبیائے کرام کی زندگی میں یہ ایک مشترکہ چیز تھی۔ اب رہا مسئلہ عیسائیت میں پائی جانے والی رہبانیت کا (جسے ان کے یہاں بڑا تقدس حاصل ہوگیا تھا) تو یہ چیز خداوند کریم کی شریعت میں کبھی مشروع نہیں تھی۔ بلکہ اسے عیسائیوں نے اپنی طرف سے گڑھ لیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ چیز ایجادِ بندہ ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔

ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها فآتينا الذين آمنوا منهم اجرهم وكثير منهم فسقون۔	اور رہبانیت (ترکِ دنیا) جسے انہوں نے خود ایجاد کیا۔ ہم نے اُسے اُن پر فرض نہیں کیا تھا۔ سوائے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے۔ مگر وہ (خود اپنی ہی ایجاد کردہ اس چیز کو بھی) نباہ نہ سکے۔ جیسا کہ اسے نباہنا چاہئے تھا۔ بہرحال ہم نے ان میں سے ایماندار لوگوں کو ان کا اجر دے دیا۔ مگر ان میں سے

---

[۱] دیکھئے درمختار برحاشیہ ردالمحتار ۲/۲۹۰ مطبوعہ کوئٹہ (پاکستان)

(حدید ۲۷) بہت سے لوگ بدکار ہیں ۔

واقعہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے لئے اصل شریعت تورات یا شریعت موسوی تھی ۔جس سے انہوں نے انحراف کرتے ہوئے تجرد و رہبانیت کی بدعت جاری کی ۔ مگر قرآن مجید کی صراحت کے مطابق ان لوگوں نے اس پر بھی ایمانداری کے ساتھ عمل نہیں کیا یعنی اپنے ہی اصولوں کو خود اپنے ہاتھوں سے پامال کیا۔ اور یہ ایک ملبی کہانی ہے ۔

حاصل یہ کہ نکاح کرنا نہ صرف حضرت آدمؑ کے دور سے مشروع رہا ہے بلکہ یہ چیز "شریعت آدم" کی ایک خصوصیت ہے اور نکاح سے انحراف اہل شریعت سے انحراف ہے ۔ نکاحی زندگی میں فوائد ہی فوائد ہیں اور بے نکاحی زندگی میں نہ صرف نقصانات زیادہ ہیں بلکہ بسا اوقات فتنوں میں مبتلا ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے لہذا عقل و شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے انحراف نہ کیا جائے ۔

نکاح عمر میں اضافہ کا باعث اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق شادی شدہ لوگوں کی عمر غیر شادی شدہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ طویل ہوتی ہے ۔ خواہ یہ غیر شادی شدہ لوگ مرد ہوں یا عورتیں ۔ بیوہ ہوں یا بے نکاحی افراد ۔ اور یہ رپورٹ مختلف اعداد و شمار کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے اور اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمر کے مختلف مراحل میں شادی شدہ افراد کی وفات کا اوسط غیر شادی شدہ افراد کے مقابلے میں بہت کم ہے نیز اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس بنیاد پر یہ کہنا ممکن ہے کہ نکاح کرنا مرد اور عورت دونوں کے لئے صحت کے اعتبار سے مفید ہے یہاں تک کہ حمل اور ولادت کے خطرات بھی (اب) بہت دھیمے ہو گئے ہیں اور قوموں کی زندگی میں انہیں (اب کوئی) خطرہ تصور نہیں کیا جاتا [1]

عورت اپنا رزق خود لاتی ہے مرد اور عورت جب رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں تو اس سے نہ صرف فحاشی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے بلکہ ایک نئے خاندان کی بھی بنیاد پڑتی ہے جو ایک صالح تمدن کو فروغ دینے میں معاون بنتا ہے ۔ کسی معاشرہ کے صلاح و فلاح کا اولین زینہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا ملاپ جائز شرعی و اخلاقی اور معاشرتی و قانونی بنیادوں پر عمل میں آئے اور ان میں رخنے اور دراڑیں پیدا نہ ہوں ۔ تمام آسمانی شریعتوں میں رشتۂ ازدواج مقدس مانا گیا ہے اور مرد و عورت کو عفت و عصمت اور پاک دامنی پر ابھارا گیا ہے ۔ اس اعتبار سے جب ایک مرد اور ایک عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں یعنی جب وہ شرعی و قانونی اعتبار سے میاں بیوی بنتے ہیں تو چونکہ وہ قانونِ خداوندی کے مطابق عمل کر رہے ہوتے ہیں اس لئے ان کا رزق اللہ کے ذمہ ہو جاتا ہے اور وہ ان کے لئے رزق کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے ۔ جب کہ وہ دونوں رضائے الٰہی کے تحت ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی نیت کرتے ہوئے مخلصانہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار بننے کی کوشش کریں ۔

[1] ماخوذ از فقہ السنۃ از سید سابق ۲/ ۱۵ - دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۹۷ھ

من تزوج ثقۃً باللّٰہ و احتساباً کان علی اللّٰہ ان یعینہ و ان یبارک لہ [1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے نکاح کیا تو اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس شخص کی مدد کرے اور اس کے لئے برکت عطا کرے
تزوجوا النساء یاتینکم بالاموال [2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے پاس مال و اپنا رزق خود) لے کر آئیں گی ۔
ثلاثۃٌ حقٌّ علی اللہ ان یعینھم المجاھد فی سبیل اللہ ۔ و الناکح یرید ان یستعف و المکاتب یرید الاداء ۔ [3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ کا حق ہے ۔ ۱۔ مجاہد جو اللہ کے راستے میں ہو ۔ ۲۔ نکاح کرنے والا جو پاک دامنی کا خواستگار ہو ۔ ۳۔ اور وہ غلام جو اپنی آزادی کے لئے مقررہ مال ادا کرنا چاہتا ہو

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص کو محتاجی کے ڈر سے یا بیوی کا نفقہ ادا نہ کر سکنے کے خوف سے شادی بیاہ سے اجتناب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر وہ تندرست و توانا ہے تو اسے اللہ پر بھروسہ کر کے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی مدد ضرور کرے گا ۔ بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو اور وہ اپنی معیشت درست کرنے کی غرض سے عملی تدبیریں بھی کرتا ہو ۔

اہل و عیال پر خرچ کرنا افضل ترین عمل عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اجر و ثواب صرف خیر خیرات یا راہ خدا میں مال خرچ کرنے ہی میں ملتا ہے ۔ یا کسی رفاہی کام کے انجام دینے میں ۔ مگر یہ ایک غلط تصور ہے اور صحیح اسلامی تصور یہ ہے کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا راہ خدا میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے ۔ کیونکہ بیوی بچوں کا نان نفقہ ادا کرنا فرض و واجب ہے ، بخلاف راہ خدا میں خرچ کرنے کے ۔ ہاں اگر

---

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط و فیہ عبید اللہ بن الوازع ..... و بقیۃ رجالہ ثقات ۔ منقول از مجمع الزوائد ۴/۲۵۸ [2] رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح ، منقول از مجمع الزوائد ۴/۲۵۵ [3] جامع ترمذی فضائل الجہاد ۴/۱۸۴ ، المستدرک ۲/۱۶۰ ، نسائی کتاب النکاح ۲/۶۷۷ ، مسند احمد ۲/۲۵۱ ، السنن الکبریٰ ۷/۷۸ ، ابن ماجہ کتاب العتق ۲/۸۴۲ صحیح ابن حبان ۷/۱۳۵

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرکے کچھ بچ جائے تو پھر دوسرے امور کی طرف توجہ کی جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اور کسی شخص پر زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ اپنے گھریلو اخراجات کے علاوہ اتنا پس انداز ہو جائے جس کی مالیت ایک نصاب (ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا اُن کی قیمت تک پہنچ جائے۔ بہرحال بعض حدیثوں میں صاف طور پر اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت اس طرح آئی ہے۔

دینارٌ انفقته فی سبیل الله، ودینارٌ انفقته فی رقبةٍ، ودینارٌ تصدقت به علی مسکینٍ ودینارٌ انفقته علی اهلك، اعظمها اجرًا الذی انفقته علی اهلك۔

ایک دینار تم راہِ خدا میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار تم کسی کی گردن چھڑانے میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار تم کسی مسکین شخص کو صدقہ کرتے ہو۔ اور ایک دینار تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو تو اجر و ثواب میں وہ دینار عظیم تر ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا ہے[1]

افضل الدینارِ دینارٌ ینفقهُ الرجل علی عیاله۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جو ایک شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے[2]

بلکہ بعض حدیثوں میں بیوی بچوں پر خرچ کرنے اور ان کا نفقہ ادا کرنے کی یہاں تک تاکید آئی ہے کہ اس فعل کو بجائے خود صدقہ کہا گیا ہے۔ یعنی اس فرض کی ادائیگی کی وجہ سے (جسے ایک شخص بجائے خود اپنے فائدہ کی غرض سے انجام دیتا ہے۔) اجر و ثواب یا انعام و اکرام کا بھی مستحق قرار دیا گیا ہے۔

اذا انفق المسلم نفقةً علی اهله وهو یحتسبها کانت له صدقةً

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مسلمان اپنی بیوی بچوں پر ثواب سمجھتے ہوئے خرچ کرتا ہے تو ایسا خرچ کرنا اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (گویا کہ اس نے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا ہے[3]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/ ۶۹۲ مسند احمد ۲/ ۴۷۳، بیہقی ۷/ ۴۶۷۔ الادب المفرد بخاری ص ۱۹۶۔ [2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/ ۶۹۲ ابن ماجہ جہاد ۲/ ۹۲۳ ترمذی کتاب البر والصلہ ۴/ ۳۴۴ [3] بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی۔ منقول از الترغیب والترہیب ۳/ ۶۲ صحیح بخاری کتاب النفقات ۶/ ۱۸۹۔ الادب المفرد بخاری ص ۱۹۵ مطبوعہ پاکستان نیز صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/ ۶۹۵ مطبوعہ ریاض

انك لن تنفق نفقةً تبتغى بها وجه الله الا اجرت عليها . حتى ما تجعل فى فم امرأتك	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی رضامندی کی خاطر جو بھی خرچ کرو گے اس کا اجر وثواب تمہیں ضرور دیا جائے گا ، یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا اجر بھی۔[1]

اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کا نفقہ جب کسی شخص پر عائد ہوتا ہے تو اسے ان لوگوں کی رعایت کرنا ضروری ہو جاتا ہے ۔ ورنہ اس فرض کی ادائیگی سے گریز و فرار کے باعث وہ اللہ کے نزدیک مجرم قرار پائے گا ۔

كفىٰ بالمرء اثمًا ان يضيع من يقوت ۔	کسی شخص کے گنہگار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کا نفقہ ضائع کرے جن کا وہ ذمہ دار ہے ۔[2]

بہرحال بیوی بچوں پر خرچ کرنا ایک فطری امر ہے اور پھر یہ فعل معاشرتی و تمدنی نقطۂ نظر سے بھی نہایت ضروری ہے ۔ ورنہ ظاہر بات ہے کہ اگر کوئی شخص محض جنسی تلذذ یا لطف اندوزی کی خاطر تو حظ اٹھائے اور اس کے نتیجے میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے پہلو بچانے کی کوشش کرے تو یہ ایک غیر فطری فعل ہوگا جو معاشرتی و تمدنی اعتبار سے سخت مضر اور فساد پرور ہوگا ۔ یہی وجہ ہے کہ بیوی بچوں کی پرورش حلال روزی سے کرنا ایک بہت بڑا جہاد قرار دیا گیا ہے ۔

ليس الجهاد ان يضرب الرجل بسيفه فى سبيل الله انما الجهاد من عال والديه و عال ولده فهو فى جهاد	جہاد یہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ کے راستے میں تلوار چلائے بلکہ جہاد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین اور اپنی اولاد کے معاش کا کفیل بن جائے ۔[3]

اسی بنا پر قیامت کے دن کسی شخص کے اعمال میں سے پہلی چیز جو میزان میں رکھی جائے گی وہ ، وہ نفقہ ہوگا جسے اس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا ہوگا ۔

---

[1] بخاری کتاب الایمان ۱/۲۰، مسلم کتاب الوصیہ ۳/۱۲۵۱ [2] ابوداؤد ، نسائی ، حاکم منقول از ترغیب وترہیب ۳/۶۵ ، دارالفکر ، نیز صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/۶۹۲ [3] ابن عساکر ، منقول از کنزالعمال ۱۶/۴۶۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ

اول ما یوضع فی میزان	بندہ کی میزان میں جو پہلی چیز رکھی جائے گی
العبد نفقته علیٰ اهله	وہ اس کا نفقہ ہوگا جو اس نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا ہوگا [1]

لڑکیاں منحوس نہیں ہیں اس موقع پر ضمناً ایک وضاحت بھی بہت ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگ موجودہ دور میں لڑکیوں کے وجود کو منحوس اور نامبارک تصور کرتے ہوئے ایک عذاب گردانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک غیر معقول اور فساد پرور رجحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی منصوبے کے تحت اس کائنات کو پیدا کیا ہے اور اس میں اپنی حکمت تخلیق کے باعث مردوں اور عورتوں کا ایک حیرت انگیز توازن وتناسب رکھ دیا ہے۔ نیز وہ اپنی حکمت و مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے لڑکوں سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے۔ لڑکے جس طرح اللہ کی نعمت ہیں اسی طرح لڑکیاں بھی خداوند عالم کا خصوصی عطیہ ہیں۔ لہٰذا انہیں کسی بھی درجہ میں کمتر یا منحوس تصور کرنا خدائے قدوس کی تخلیق کی توہین اور اس کے عطیہ کا انکار ہے۔ اگر لڑکیاں نہ ہوں تو پھر لڑکوں کے لئے جوڑا کہاں سے ملے گا؟ اور بغیر عورتوں کے مردوں کی زندگی کیسے گذرے گی۔

اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ لڑکیوں کا وجود کسی بھی اعتبار سے زحمت نہیں بلکہ رحمت خداوندی کا مظہر ہے کیونکہ بغیر کسی لڑکی کے ہم اپنے لڑکے کا بیاہ نہیں رچا سکتے اور ایک نئے خاندان کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا جس طرح ہم کو اپنی بہو بنانے کے لئے ایک لڑکی کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح کسی اور کی بہو بننے کے لئے خود ہماری لڑکی بھی درکار ہوتی ہے۔ یہ وہ دو طرفہ عمل ہے جس کے باعث نظام عالم قائم ہے۔ لہٰذا لڑکیوں کی پرورش پوری خوش دلی اور خلوص کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اس راہ میں اگر اخروی اجر و ثواب کی نیت بھی شامل ہوجائے تو یہ عمل ذرا بھی بارِ خاطر نہ ہوسکے گا۔ چنانچہ دینی و شرعی اعتبار سے لڑکیوں کی پرورش اور ان کی تربیت کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اور اس راہ میں تکلیف اٹھانے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے کیونکہ لڑکیاں حقیقتاً اللہ کی ایک بہت بڑی امانت ہے۔ جن کو قابل افراد کے حوالے کرکے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔

غرض لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے ایک آزمائش ہیں۔ اگر کوئی شخص اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اس کے لئے نہ صرف بے انتہا اجر و ثواب ہے بلکہ وہ جنت کا بھی مستحق قرار پاتا ہے۔

---

[1] طبرانی اوسط، منقول از ترغیب وترہیب ۳/۶۴ نیز مجمع الزوائد ۴/۳۲۵

من ابتلیٰ من البنات بشیٔ فاحسنَ الیھن کن لہٗ ستراً من النار۔	جو شخص لڑکیوں کی وجہ سے آزمائش میں پڑا مگر اس نے ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آیا تو وہ اس کے لئے دوزخ کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں گی[۱]
لا یکون لاحدکم ثلاثُ بناتٍ او ثلاث اخواتٍ فیحسن الیھن الا دخل الجنتہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کسی کے بھی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے اچھا سلوک کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا[۲]
من عال جاریتین دخلتُ انا و ھو الجنۃ کھاتین و اشار باصبعیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو لڑکیوں کی کفالت کی وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارا فرمایا[۳]

صاحب اولاد ہونے کے فوائد

تمدنی و معاشرتی نقطۂ نظر سے صاحب اولاد ہونے کے یوں تو بے شمار فوائد ہیں کہ اس سے نہ صرف نسل انسانی کا تسلسل قائم رہتا ہے بلکہ خاندان، رشتہ داریاں اور انسانی اقدار بھی قائم رہتے ہیں۔ بڑھاپے میں والدین کی دیکھ بھال کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے مگر سب سے بڑا فائدہ یہ کہ اس کا نام اس کے حسب و نسب کے ساتھ ہمیشہ قائم رہتا ہے اور اولاد صالح ہونے کی صورت میں اپنے والدین کے لئے دعا گو رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ماں باپ کے درجات بلند ہوتے ہیں یعنی کسی شخص کو مرنے کے بعد بھی اپنی نیک اولاد کی وجہ سے فائدہ پہنچتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان کو نیک اور صالح اولاد طلب کرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا	اور (خدائے رحمان کے بندے وہ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں

---

[۱] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ ۴/۲۰۲۷ مطبوعہ ریاض [۲] جامع ترمذی کتاب البر والصلہ ۴/۳۱۸ دار احیاء التراث العربی، مسند احمد ۳/۴۲، دارالفکر۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ منقول از موسوعۃ اطراف الحدیث

[۳] جامع ترمذی ۴/۳۱۸

قرّة اعينٍ وّاجعلنا للمتقين إماماً (فرقان ۴۷)	اور بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں خدا رسیدہ لوگوں کا پیشوا بنا دے۔

در حدیثوں میں آتا ہے:۔

لا يدع احدكم طلب الولد فان الرّجل اذا مات و ليس له ولدٌ انقطع اسمه۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص لڑکے کی طلب نہ چھوڑے، کیونکہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور لاولد ہوتا ہے تو اس کا نام کٹ جاتا ہے[1]
خير ما يخلف الرجل بعده ثلاثٌ: ولدٌ صالحٌ يدعوله، و صدقة تجري يبلغه اجرها و علمٌ ينتفع به من بعده۔	کوئی شخص اپنے پیچھے جو بہتر چیزیں چھوڑ جاتا ہے وہ تین ہیں۔ ۱۔ نیک لڑکا جو اس کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ ۲۔ صدقۂ جاریہ جس کا ثواب اسے پہنچتا رہتا ہے۔ ۳۔ اور ایسا علم جس کے ذریعہ لوگ اس کے بعد فائدہ اٹھاتے رہیں[2]
ان الرجل ليرفع بدعاء ولده من بعده	(سعید بن مسیبؒ کہا کرتے تھے کہ) انسان کے درجات اس کے لڑکے کی دعا کی وجہ سے اس کی زندگی کے بعد بھی بلند کئے جائیں گے[3]
ان الرجل لترفع درجته في الجنة فيقول: انّى هٰذا؟ فيقال باستغفار ولدك لك۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کسی کا درجہ (جب) بلند کیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ یہ بات کیونکر ہوئی؟ اس پر اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لڑکے کی تیرے لئے دعائے مغفرت کی وجہ سے[4]

---

[1] رواہ الطبرانی واسنادہ حسن، مجمع الزوائد ۴/۲۵۸ [2] مسلم کتاب الوصیہ ۳/۱۲۵۵ ترمذی کتاب الاحکام ۳/۶۶۰، ابوداؤد کتاب الوصایا ۳/۳۰۰، ابن ماجہ ۱/۸۸، ابن حبان ۱/۲۸۸ نسائی ۶/۲۵۱ مسند احمد ۲/۳۷۲ بیہقی ۶/۲۷۸ بخاری الادب المفرد [3] موطا امام مالک کتاب القرآن ۱/۲۱۷، داراحیا التراث العربی [4] سنن ابن ماجہ کتاب الادب ۲/۱۲۰۷ مسند احمد کنز ۱۶/۲۷۳

بعض حدیثوں میں تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔ کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ محبوب چیز اپنی اولاد ہوتی ہے اور جب کوئی شخص اپنی محبوب ترین چیز کے چھن جانے پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے راضی اور خوش ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے جگر کے ٹکڑوں پر اپنی گاڑھی کمائی خرچ کرنے کے باوجود صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بڑھاپے کی لاٹھی کے ہاتھ سے چھن جانے کے باوجود اسے اللہ کی امانت متصور کرتے ہوئے خدا کی رضا میں اپنی رضا کا اظہار کیا تھا۔

ما من الناس من مسلم یتوفی له ثلثٌ لم یبلغوا الحنث الا ادخله الله الجنة بفضل رحمتهٖ ایّاهم

جس کسی مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی وجہ سے ایسے شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔[1]

صغارکم دعامیصُ الجنة یتلقی احدهم اباهُ فیاخذ بثوبه، فلا ینتهی حتّٰی یدخله الله و اباه الجنة

جو بچے کم سنی میں فوت ہو جائیں وہ جنت کے کیڑے ہوں گے (جو بے روک ٹوک جنت میں آتے جاتے رہیں گے) ایسا ہر بچہ اپنے باپ کا دامن پکڑے گا اور وہ اسے اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے باپ کو جنت میں داخل نہ کر دے۔[2]

ایّما امرأةٍ مات لها ثلاثةٌ من الولد کانوا لها حجاباً من النار۔ قالت امرأة و اثنان؟ قال واثنانِ۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ایک حلقہ میں وعظ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس کسی عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے۔ اس پر ایک عورت نے پوچھا کہ اگر دو ہوں تو؟ فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہے۔[3] (جاری)

---

[1] بخاری کتاب الجنائز ۲/۷۲ [2] مسلم کتاب البر والصلہ ۴/۲۰۲۹ مسند احمد ۲/۴۸۸، السنن الکبریٰ بیہقی ۴/۶۷-۶۸ الادب المفرد للبخاری ص ۴۷ [3] بخاری کتاب الجنائز ۲/۷۲ مطبوعہ استنبول۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

روافض کا عقیدۂ امامت

اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت، (اس امامت) کے اپنانے کے نفسیاتی محرکات

قدیم ایران اور اس کے عقائد کا عکس

اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہے کہ بزرگانِ اہل بیت، اسلام کے صاف ستھرے عقیدہ پر سختی سے کاربند تھے۔ یہ وہ عقیدہ تھا جو انہیں اپنے نبی اور جدامجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا تھا یعنی توحیدِ خالص اور ختمِ نبوت کا واضح اور بے میل عقیدہ، امت کے سوادِ اعظم اور اہلِ سنّت کے اجماعی عقیدہ کے مطابق ان کا اس پر ایمان تھا کہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ دین تکمیل پا چکا، اور اسی دین سے دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات مربوط ہے اور یہی وہ دین کامل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت	آج میں تمہارے لئے تمہارا دین مکمل، تم پر اپنی
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام	نعمت تمام، اور تمہارے لئے اسلام کو بطور
دیناہ (المائدہ ۳)	دین منتخب و پسند کر چکا۔

اس کے بعد نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ جدید طریقہ پر شریعت سازی کا کام ہوگا۔ دین میں نہ کمی کی گنجائش ہے اور نہ اضافہ کی اجازت۔ یہی وہ عقیدہ تھا جس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لے کر وہ سب حضرات سختی سے قائم رہے جن کے حالات تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور وہ کسی حیثیت سے بطور مثال پیش کئے جا سکتے ہیں۔

سفیان مطرف سے اور وہ شعبی سے اور شعبی ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا آپ کو قرآن کے علاوہ بھی کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ملی ہے (جس کا علم دوسروں کو نہ ہو؟)[1] تو فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے تخم میں شگاف ڈالا، اور جس نے

---

[1] اس سوال کی ضرورت اس لئے پڑی کہ چند لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت سی باتیں وہ کہی گئی تھیں جو بطور وصیت اور راز کے ان کے سینہ میں پنہاں تھیں۔

ذی روح کو پیدا کیا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ الا یہ کہ اللہ نے وہ سمجھ دی ہے جو قرآن فہمی کے لئے اللہ تعالیٰ کسی کو بخشتا ہے یا وہ جو میرے صحیفہ میں ہے"۔

دریافت کیا آپ کے صحیفہ میں کیا ہے؟

جواب دیا۔" مسلمان کی دیت[1] قیدیوں کی رہائی، اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہ قتل جائے[2]

اس عقیدہ (امامت) کو اپنانے کے نفسیاتی محرکات

سطور بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ اہل بیت کرام، امت کے اجماعی عقیدہ اور مسلک پر پوری شدت سے قائم اور اس کے داعی تھے، وہ اپنے تئیں کتاب وسنت کی پیروی کا پابند اور امت محمدیہ کا ایک فرد باور کرتے تھے جو صرف اپنے عمل وتقویٰ اور علم واخلاق سے امتیاز واحترام کا مستحق ہو سکتا تھا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لیکن بعد میں وہ مزاج ابھر آیا جس کی تہ میں جاہلیت قدیمہ اور ادیان محرفہ کی روح کام کر رہی تھی اور جس میں ان تمدنوں اور فلسفوں کا اثر تھا جو عہد قدیم میں یونان، ایران، ہندوستان اور چین میں پروان چڑھے اور نقطۂ عروج پر پہنچے مزاج اور انداز فکر یہ تھا کہ حکمران خاندان اور ان خاندانوں کے جن کے عہد قدیم سے روحانی یا مذہبی قیادت حاصل رہی ہے اور جنہوں نے سخت ریاضتوں اور بڑے مجاہدوں اور کسی درجہ میں عام سطح سے بلند ہو کر اپنی اخلاقی وروحانی حیثیت تسلیم کرائی ہے افراد کو معصوم سمجھا جائے اور ان کے اس حق اور اختیار کو آنکھ بند کرکے تسلیم کیا جائے کہ وہ مذہبی قوانین کو تبدیل کر سکتے اور توڑ سکتے ہیں اور ان کو قانون سازی کا آزادانہ اور مکمل اختیار ہے۔

اس نظریہ کی قبولیت واشاعت میں کچھ نفسیاتی خواہشات اور اندرونی ترغیبات بھی معاون ثابت ہوئی ہیں

۱۔ اس کے ذریعہ انفرادی طور پر ذمہ داری اور جواب دہی کے جھگڑول سے نجات ملتی ہے اور ہر معاملہ میں ایک خاص طبقہ یا کسی مخصوص خاندان کے فرد یا افراد پر اعتماد کرنا کافی ہوتا ہے جو اس خانوادے کی نمائندگی کرتے ہوں۔

۲۔ اعتماد، احترام اور مکمل انقیاد واطاعت کسی مخصوص خاندان یا اس کے بعض افراد سے وابستہ ہو جاتی ہے اور یہ کام ایک کامل ووسیع شریعت کے اتباع سے آسان معلوم ہوتا ہے جس میں قدم قدم پر پابندیاں اور احکام ہیں علماء کے اجتہادات بھی ہیں اور ایک وسیع فقہی ذخیرہ بھی ہے۔

۳۔ کسی ایک خاندان یا اس کے فرد واحد یا چند افراد کا استحصال آسان ہے۔ اور اس کو راضی رکھ کر سیادت وقیادت حاصل ہو سکتی ہے۔ انفرادی خواہشات نفس کو پورا کرنے کا بہترین موقع ملتا ہے بہت سی مشکلات سے نجات مل جاتی

---

[1] تینوں مسلمان کی دیت (معاوضہ میں) کتنے اونٹ دیئے جائیں اور اس کے ورثہ کو کس طرح اس تاوان ادا کیا جائے۔

[2] مسند علی بن ابی طالب۔ مسند الامام احمد بن حنبل۔

ہے۔ اور معمولی سی کوشش سے ان کا تقرب حاصل کرکے پیرسول کی جدوجہد اور طول طویل مسافت طے کرنے کے بعد جو مل سکتا ہے وہ آسانی سے اور جلد مل جاتا ہے۔ کیونکہ عوام کے ذہن میں اس خانوادے کے معصوم ہونے کا عقیدہ راسخ ہوتا ہے اور ہر زمانہ میں چالاک اور شاطر قسم کے سیاسی ذہن رکھنے والوں نے اپنی ترقی کے لئے یہی راستہ اختیار کیا ہے۔

اثنا عشری فرقہ میں اس عقیدہ (نسلی وموروثی تقدس ومنصب امامت) کی پرورش نے سیاسی، خاندانی اور ذاتی مقاصد کی (سہولت کے ساتھ تکمیل میں) مدد کی۔ اس کو ایک مذہبی عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا گیا اور تقدس کے پردے ان پر پڑے رہے۔

اس فرقہ نے یہ باور کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء اور ائمہ کا تعین اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ پیغمبروں کی طرح معصوم ہیں اور ان کی اطاعت سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ ان کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ کے مساوی ہے۔ اور دوسرے انبیائے کرام سے بڑھ کر ہے خلق خدا پر اللہ کی حجت بغیر امام کے نافذ نہیں ہوسکتی۔ اور امام کو جب تک جانا نہ جائے حجت خداوندی تمام نہیں ہوسکتی۔ دنیا بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی۔ امام کی معرفت ایمان کے لئے شرط ہے۔ اور امام کی اطاعت انبیاء کی طرح ہے۔ ائمہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی امر حلال کو حرام قرار دیں یا حرام اشیاء کو حلال کردیں کیونکہ وہ پیغمبروں کی طرح معصوم ہیں اور ائمہ معصومین پر ایمان لانے والا جنتی ہے خواہ وہ ظالم وفاسق اور فاجر ہو۔ ائمہ کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مساوی اور تمام مخلوقات سے بلند ہے۔ ان ائمہ پر مخلوق کے اعمال رات اور دن دونوں وقت پیش کیے جاتے ہیں اور فرشتے ائمہ کے حضور رات دن آیا کرتے ہیں۔ ان کو ہر شب جمعہ کو معراج حاصل ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر میں ہر سال ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہوتی ہے۔ موت وحیات ان کے دست قدرت میں ہے۔ اور وہ دنیا وآخرت کے مالک ہیں جس کو چاہیں دیں اور جو چاہیں دیں[1]

"کتاب الکافی" میں یہ بھی مذکور ہے۔

"حسن بن عباس المعروفی نے امام علی رضا کو لکھا:۔ میں آپ پر فدا ہوں بتائیے کہ رسول و نبی اور امام کے درمیان کیا فرق ہے؟ انہوں نے لکھا یا جواب دیا: رسول، نبی اور امام کے درمیان یہ فرق ہے۔ کہ رسول وہ ہے جس کے پاس جبرئیل آتے ہیں وہ ان کو دیکھتا ہے اور ان کی بات سنتا ہے اور ان پر وہ وحی اتارتے ہیں اور کبھی ان کو خواب میں دیکھتا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم نے دیکھا تھا۔ اور نبی بسا اوقات بات سنتا ہے اور کبھی

---

[1] اصول کافی ص ۱۰۳، ۱۰۹، ۲۵۔ شرح اصول کافی للکلینی ج ۔ ص ۲۲۹

دیکھ بھی لیتا ہے اور امام وہ شخص ہے جو فرشتہ کی بات سنتا ہے مگر اس کو دیکھتا نہیں ہے۔"[1]

علامہ ابن خلدون نے مورخانہ دیانت داری کے ساتھ علمی طور پر جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے :-

"شیعوں کے نزدیک " امامت " ان عوامی ضروریات میں سے نہیں ہے جس کی ذمہ داری امت کی بصیرت کے سپرد کی جاتی ہے اور صاحب اختیار (امام) مسلمانوں کا اختیار کردہ شخص ہوتا ہے بلکہ امامت ان کے یہاں دین کا ایک رکن اور اسلام کا ایک ستون ہے کوئی پیغمبر نہ اس سے غفلت برت سکتا ہے اور نہ اس کو قوم کے سپرد کر سکتا ہے بلکہ پیغمبر کا فرض ہے کہ امت کے لئے امام متعین کر دے اور وہ امام ہر قسم کے گناہ صغائر وکبائر سے معصوم ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جن کو آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (ان نصوص کی روشنی میں جن کو وہ روایت کرتے ہیں ۔ اور اپنے عقیدہ کے مطابق ڈھال لیتے ہیں) متعین کر دیا تھا۔"[2]

یہ عقیدہ فرقۂ اثنا عشریہ میں نسلاً بعد نسلٍ تسلسل کے ساتھ قائم رہا اور آج تک یہی عقیدہ ہے کیونکہ یہ بنیادی عقائد میں داخل ہے۔ اور یہی عقیدہ عصر حاضر میں امام خمینی تک پہنچا ہے۔ موصوف اپنی کتاب " الحکومۃ الاسلامیہ" میں ولایت تکوینی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں جس کا ہم بعینہٖ ترجمہ پیش کرتے ہیں :-

"اماموں کو مقام محمود، درجۂ بلند اور وہ خلافت تکوینی حاصل ہے جس کی ولایت و سطوت کے تابع کائنات کا ذرہ ذرہ ہے۔ ہمارے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کا وہ مقام ہے جس کو کوئی مقرب فرشتہ یا نبیِ مرسل بھی پہنچ نہیں سکتا ہمارے ہاں جو روایات اور احادیث ہیں ان کی رو سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ علیہم السلام اس عالم کے وجود سے پہلے انوار تھے جو عرش خداوندی کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے اللہ نے ان کو منزلت اور تقرب کا وہ درجہ دیا ہے جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔"

اس عقیدہ سے معاشرۂ انسانی اور مذہبی حلقہ پر کیا غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کو غیر مسلم دانشوروں نے محسوس کیا۔ اور ان کی نشاندہی کی ہے۔ ہیرگ ہوگس کہتا ہے :-

"شیعہ اماموں کو اللہ کی صفات کا حامل بتاتے ہیں۔"

---

[1] اصول الکافی ص ۲۰ مطبوعہ ایران ۱۲۸۱ھ [2] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۸ مصر [3] الحکومۃ الاسلامیہ ص ۵۲

اور ویوانو لکھتا ہے:-

"ہمیشہ کے لئے امامت کے تسلسل کا عقیدہ نبوت کو ایک ضمنی مقام عطا کرتا ہے۔

قدیم ایران اور اس کے عقائد کا عکس

دراصل امامت کا نازک عقیدہ جس کے حدود ومسافات بڑے خاندانوں اور گھرانوں کو تقدس اور الوہیت کے حدود سے ملاتے ہیں۔ان پر قدیم ایران کے عقائد کی چھاپ ہے۔قدیم ایران میں سیادت، دینی قیادت اور حکومت قبیلہ "میدیا" کو حاصل تھی پھر یہ سربراہی قبیلہ "المغان" کو اس وقت حاصل ہوئی جب مذہب زرتشت غالب آیا اور ایران پر اس کا اثر قائم ہوا۔اہل ایران کے یہاں ایک اونچی ذات مذہب کے داعیوں کی تھی جسے کہنوت کہا جاتا تھا۔ان کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ زمین پر ظلِ الٰہی ہیں اور تمام لوگ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان خداوندوں کی خدمت کریں حکمران کے لئے ضروری تھا کہ وہ اسی قبیلہ کا فرد ہو۔کیونکہ خدا ان کے اندر حلول کر گیا ہے اور جسم کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے اور آتش کدہ کی سربراہی اور اس کی تنظیم صرف اسی قبیلہ کا حق ہے[1]

مسٹر دوزی لکھتے ہیں:-

"اہلِ ایران بادشاہِ وقت کو خدا کا ہم پلہ سمجھتے تھے اور بادشاہ کے اہلِ خاندان کو بھی اسی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ امام کی اطاعت فرض ہے اور اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے"[2]

کسی ایک خاندان پر اس درجہ انحصار اور اس خاندان کی دینی و روحانی اور سیاسی اجارہ داری نے قدیم مذاہب کے پیروؤں کو (جن میں اصلاحی تحریکیں بھی اٹھیں) بدترین قسم کی ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا اور وہ خدا پرستی کے بجائے انسان پرستی اور خاندان پرستی کے شکار ہو گئے۔اس کے نتیجہ میں انسانوں کے ذہنی صلاحیتیں، قوت تمیز، اور فکر و نقد کی آزادی (جو فکری، علمی اور اخلاقی اصلاحات و انقلابات کا سرچشمہ ہے) تعطل و جمود کا شکار ہو جاتی ہے

بسا اوقات اس کے ذریعہ انسانی توانائیوں اور کسبِ معیشت کے ذرائع کا بری طرح استحصال کیا گیا ہے۔قرونِ وسطیٰ میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ مغفرت کے پروانے (تذاکرۃ الغفران) اور جنت کے اجازت نامے بھی فروخت کئے جانے لگے[3] اور اس اندھی عقیدت مندی کی وجہ سے کلیسا اور علم کے درمیان خون ریز کش مکش اور جنگ

---

[1] تاریخ الدیانۃ الزردشتیۃ نیز ایرانِ قدیم کی تاریخ و مذاہب پر دوسری کتابیں [2] فجر الاسلام ص ۲۷۷

[3] بیان کیا جاتا ہے کہ ایران و عراق کی جنگ میں امام خمینی نے بھی محاذِ جنگ پر جانے والوں کی ضمانتیں بھی دی ہیں۔

بھی ہوئی[1]۔ اس صورت حال نے یورپ کو تفریق دین و سیاست کے نظریہ کے اختیار کرنے اور بالآخر الحاد تک پہنچا دیا۔ نامذہبی (سیکولر) حکومت سے قطع نظر متعدد مسلم ممالک میں بھی (بطور علاج) اختیار کیا جا رہا ہے۔ جن کی ان ممالک میں ضرورت نہ تھی نہ جواز۔ اس سے ان حکومتوں اور ان دینی جماعتوں اور سادہ دل و دین دوست عوام کے درمیان جو ملک اسلامی احکام کا نفاذ چاہتے ہیں، ایک کش مکش پیدا ہو گئی ہے اور ان ممالک کی قوتیں اور ان کے وسائل بے جگہ اصل حریف طاقتوں کو چھوڑ کر اندرونی و باہمی کشمکش میں ضائع ہو رہے ہیں۔

اس طرح کا مطلق العنان اقتدار جو نبوت کے متوازی امامت سے پیدا ہوتا ہے اور جس کو اختیار ہوتا ہے کہ احکام شریعت خود تصنیف کرے اور نصوص قطعیہ سے ثابت احکام کو منسوخ کر سکے۔ اس کو بے چون و چرا تسلیم کرنے کے نتائج یہاں تک دنیا کے سامنے آئے کہ ایسا دینی اقتدار مطلق جس دینی رکن، جس شرعی حکم اور جس اسلامی فریضہ کو چاہے جماعتی اور سیاسی مصلحت کی بنا پر مامور من اللہ اور معصوم امام مجتہد کے اجتہاد کی بنا پر کالعدم قرار دے سکتا ہے۔

اس کی تازہ مثال یہ ہے کہ حال ہی میں ایران کے سرکاری ترجمان "کیہان" نے اپنے شمارہ ۲۰ مورخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ میں حجۃ الاسلام سید علی خامنائی کے نام امام خمینی کے پیغام کو بڑی سرخی میں شائع کیا ہے کہ

"حکومت مساجد کو معطل یا منہدم کر سکتی ہے اور حکومت نماز روزہ پر مقدم ہے"

اس میں مزید کہا گیا ہے کہ:۔

"حکومت براہ راست ولایت رسول اللہ کی شاخ اور دین کے بنیادی و اولین احکام میں سے ہے۔ اس کو تمام فرعی احکام پر ترجیح حاصل ہے یہاں تک نماز روزہ اور حج پر بھی وہ مقدم ہے۔ والی حکومت کے لئے ضرورت کے وقت مساجد کو معطل کرنا بھی جائز ہے اور اس کے لئے یہ بھی روا ہے کہ کسی مسجد کو سرے سے منہدم کر دے اور وہ اسلامی احکام جو اس وقت اسلام کے مفاد کے مخالف (نظر آتے) ہوں۔ خواہ عبادات میں ہوں یا ان کے علاوہ سب کو کالعدم کر سکتی ہے اور اگر مملکت اسلامی کے مفاد کا تقاضا ہو تو یہ حکومت حج کو بھی معطل کر سکتی ہے جو کہ اسلام کے اہم ترین فرائض میں

---

[1] اس خونریز کش مکش کی تفصیل کے لئے ڈاکٹر ڈریپر امریکی کی شہرۂ آفاق کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" (CONFLICT BETWEEN RELIGIN AND SCIENCE. BY DRAPPER) کا مطالعہ مفید ہوگا۔

ایک فریضہ ہے کیونکہ یہ حکومت بجائے خود ایک آزاد ولایت الٰہی ہے"۔ [لہ]

اور یہ معلوم ہے کہ عمل یعنی احکام شریعت میں آزادانہ تصرف، کسی منصوص حکم شرعی کا منسوخ کرنا یا معطل کر دینا اور وہ بھی ایک فرد کے اجتہاد یا سیاسی مصلحت کے پیش نظر دین کے لئے (جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور ہمیشہ کے لئے آیا ہے) ایک مستقل خطرہ ہے۔ اور یہ دین میں آزادانہ مداخلت پوری مسلمان قوم اور مکمل اسلامی ملک کے لئے اسلام سے کنارہ کشی اور محرومی (یا اجتماعی عملی ارتداد) تک پہنچا سکتی ہے اور اس حکومت کی کورانہ اطاعت پورے دین کو معطل و بے اثر کر سکتی ہے۔ اور اس کو ایسے حالات سے دوچار کر سکتی ہے جن سے نجات حاصل کرنا دشوار ہو جائے۔ اس کی ایک مثال ایران و عراق اور خلیجی ممالک کے درمیان وہ بے مقصد طویل جنگ ہے جس نے دونوں محاذوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اور ان کو تباہی کے کنارے پہنچا کر ایک محاذ کے شدید نقصانات اور ملک کی تباہی، اندرونی انتشار و بے چینی کے خطرہ کی بنا پر اور کچھ بڑی طاقتوں کی مداخلت کی وجہ سے بڑی مشکل سے اگست ۱۹۸۸ء میں ختم ہوئی۔

یہ امامتِ مطلقہ جو کورانہ اطاعت کی طالب ہے، ایک استبدادی حاکم (مطلق العنان ڈکٹیٹر) کا رول ادا کرتی ہے جس پر روئے زمین پر فساد پھیل سکتا ہے۔ اور جس نے نسلِ انسانی، زراعت و تجارت، امن و امان سب خطرہ میں پڑ سکتے ہیں۔ مطلق العنان حکومتوں کے دور میں ایسے تجربات پہلے زمانوں میں بھی ہوئے ہیں اور جب اس طرز استبداد میں دینی رنگ اور تقدیس کی آمیزش بھی ہو اور معصومیت کا عقیدہ بھی شامل ہو اور اس کو مامور من اللہ، نبی کا قائم مقام گردانا جا رہا ہو تو پھر اس کی ہلاکت خیزی کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے اور وہ پورے ملک یا پوری قوم یا کم سے کم ایک فرقہ کے لئے اجتماعی خودکشی اور خودسوزی کے مرادف و مساوی ہو سکتی ہے جس سے نجات پانا آسان نہیں۔

اس کے علاوہ (اس عقیدۂ تقدیس و عظمت کے نتیجہ میں) بے عمل بیکار و کاہل انسانوں اور بے فکروں کی ایسی جماعتیں وجود میں آتی ہیں جو قوم کی ثروت سے کھیلتی ہیں اور قوم کی وہ دولت جو اس کے گاڑھے پسینہ کی کمائی اور پر مشقت محنتوں کا نتیجہ ہے۔ اس طبقہ کے عیش و عشرت میں ضائع ہوتی ہے محنت و عرق ریزی، مشغولیت کے نتائج و فوائد سے صرف چند خاندان فائدہ اٹھاتے ہیں وہ اپنے پسینہ کا ایک قطرہ بہائے بغیر محنت کش طبقہ کی ثروت پر داد عیش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:-

یا ایہا الذین آمنوا ان کثیراً من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ	مومنو! (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور ان کو راہ خدا سے روکتے ہیں

لہ اخبار کیہان شمارہ ۸۲- ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

فتح خوست کی داستان — فاتح خوست کا بیان

خوست کی فتح اسلام کا معجزہ اور جہادِ اسلامی کا ثمرہ ہے

خالص اسلامی جہاد اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی ضمانت، اُمت کی وحدت اور اسلامی انقلاب کا قطعی ذریعہ ہے

جمعیۃ کے صوبائی ورکرز کنونشن سے فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی کا مفصل خطاب

جمعیۃ علماء اسلام کے ۲۷ راپریل کے لاہور کے صوبائی کنونشن میں فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی مہمانِ خصوصی تھے۔ اُن کے ساتھ افغان مجاہدین کی ایک جماعت، محاذِ جنگ کے کئی کمانڈروں کے علاوہ معروف کمانڈر مولانا عبدالرحیم بھی تشریف لائے تھے۔ اجلاس کی پہلی نشست سے اُن کا آخری خطاب تھا جو پون گھنٹہ جاری رہا۔ اس موقعہ پر قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے علاوہ امیرِ مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب، مولانا قاضی عبداللطیف، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن قاسمی، مولانا محمد رمضان میانوالوی، پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود، مولانا اسعد تھانوی اور کئی ایک مرکزی و صوبائی رہنما بھی موجود تھے۔ موصوف کی تقریر پشتو میں تھی، مولانا عبدالقیوم حقانی ان کی تقریر کی اُردو میں ترجمانی کرتے رہے۔ ذیل میں موصوف کی تقریر کو ٹیپ ریکارڈ سے نقل کرکے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

محترم مسلمان بزرگو! اولاً میں حضرت قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق اور آپکے رفقاء ... نہوں نے ہر میدان میں بالخصوص مجاہدین اور مہاجرین کے ساتھ نصرت و تعاون ... ران کی سرپرستی کی اور جہاد کے حق میں آواز بلند کی، مالی و جانی اور سیاسی مدد ... اور انصار کو خصوصیت سے جہاد کے بارے میں ——— ——— اور مجاہدین کو جگہ دینے اور ان کو محبت اور شفقت کے ... اتھ اپنے ہاں رکھنے کی ترغیب دی ——— ... یۃ علماء اسلام کے تمام بزرگوں اور ... رکنوں، جو جہاد کی سرپرستی اور نصرت ... رتے ہیں موجود ہیں یا غائب! اللہ پاک سے ان سب کے لیے دارین کی ... ادت و فلاح اور رحمت و مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور آپ سب حضرات کا ... قدر عزت افزائی پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں ... حاضر ہونے کا موقع بخشا۔

محترم مسلمان بھائیو! جہاد کے بعض حالات آپ کے سامنے بیان کرتا ... ں مختصراً یہ کہ ہم نے جہاد کیوں شروع کیا؟ کیا حالات تھے جو جہاد کا باعث ... ے؟ —— دراصل جہاد اور ہجرت کی اصل صورت اور اس کے احکام ... ئے زمین پر عنقا ہو چکے تھے، افغانستان میں ملحد اور بے دین حکومت قائم ہو چکی تھی، عملاً روسیوں کی حکمرانی تھی۔ ان کے پاس طاقت تھی، اسلحہ تھا، تکبر و غرور تھا، دولت تھی، وسائل تھے —— اور ہمارے پاس اُن کے مقابلہ میں وسائل صفر کے درجہ میں تھے مگر اس کے باوجود مجاہدین ثابت قدم رہے اور مبارزت کی، جہاد جاری رکھا۔ مجاہدین کا جہاد شروع کرنے اور اس پر قائم رہنے کا اصل منشاء اللہ پاک کا فضل اور اسی کا انتخاب و توفیق ہے ورنہ اس وقت بڑے بڑے علماء، مشائخ اور اربابِ فضل و کمال سکوت اور قعود کر چکے تھے اور حالات سے سمجھوتہ کر لینے کو ترجیح دے رہے تھے۔ ایسے حالات میں اللہ پاک نے ہمیں توفیق دی اور ابتدائی کام شروع کر دیا، یہ کام تو دل گُردے کا کام تھا مگر صرف خدا ہی فضل شاملِ حال رہا اور اب اس کا نتیجہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔

مجاہدین کا جہاد شروع کرنے اور اس پر قائم رہنے کا اصل منشاء اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسی کا انتخاب و توفیق ہے

جہادِ افغانستان کا آغاز ہم نے کیسے کیا! اس کا پس منظر یہ ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں میں نے دینی علوم پڑھے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم کا تلمذ اور خصوصی شفقتیں حاصل ہوئیں، خاص کر قرآن اور حدیث اور بخاری شریف کے مغازی میں آپ سے جہاد اور قتال کے اسباق پڑھے تعلیمات حاصل کیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی

تعلیمات اور توجہات کی برکات میرے قلوب پر اور میرے ساتھیوں کے قلوب پر منعکس ہوئے تو ربِ ذوالجلال نے ہمیں جہادِ افغانستان کے لیے منتخب فرمایا۔

پھر ایسے حالات میں جبکہ افغانستان پر رُوسیوں کا اور ان کے ایجنٹوں کا پورا تسلط تھا، ان کا غلبہ تھا، ان کا مقابلہ کن حالات میں ہُوا؟ ایسے حالات میں ہُوا جب افغانستان میں روس کی کٹھ پتلی حکومت تھی اور اس کی پُشت پناہی میں ہر وقت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی استہزاء کی جاتی تھی، توہین کی جاتی تھی حضورؐ کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا تھا، لینن ملعون کا نام احترام سے لیا جاتا تھا، اُس کا اکرام کیا جاتا تھا۔

مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہوئی جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماءِ اسلام کی طرف سے قومی اسمبلی کے انتخابات میں نامزد امیدوار تھے۔ ان کے حلقۂ انتخاب میں ہم نے پورے خلوص، محبت اور عشق و وارفتگی کے ساتھ انتخابات کے جہاد میں حصہ لیا اور ان راستوں اور مناظر کو آنکھوں سے دیکھا جو اس راہ میں درپیش ہوتے ہیں پھر ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے ساتھ مل کر **جماعت، تنظیم اور باہمی رابطہ اور اجتماعی زندگی کے اصول سیکھے۔**

> **حضرۃ شیخ الحدیثؒ کی تعلیمات اور توجہات کی برکات میرے اور میرے ساتھیوں کے دلوں پر منعکس ہوئیں اور اللہ کریم نے ہمیں جہادِ افغانستان کیلئے چن لیا**

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی، یہ زندگی میں میرا پہلا حج تھا۔ مَیں نے کعبۃ اللہ کے سائے میں جبینِ نیاز بارگاہِ صمدیت میں جھکائی اور وہاں روتا رہا اور یہ دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! تیری خوشنودی اور رضا کا جو قریب ترین راستہ ہو مجھے اسی پر چلا اور خدمتِ دینِ اسلام کے مواقع عطا فرما۔ یا اللہ! ایسا راستہ بتا جس میں تیری رضا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو، اساتذہ کرام کی بتائی ہوئی ہدایات اور تعلیمات پر عمل ہو۔

پروردگارِ عالم نے حج سے واپسی پر مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ میرے مربی و محسن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کا موقع عطا فرمایا، اور یہ دارالعلوم کی تاریخ میں غالبًا پہلا موقع تھا کہ کسی غیر ملکی طالب علم کو وہاں تدریس کا موقع دیا گیا ہو، اس وقت میں نے حضرت شیخؒ کے قریب رہ کر ان سے بھرپور استفادہ کیا، تعلیمات حاصل کیں، دعائیں اور توجہات حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ ان کی صحبتیں تھیں، برکتیں اور عنایتیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد جیسے اہم فریضہ کے لیے منتخب فرمالیا۔

جہاد شروع کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت بارہا حاصل ہوتی رہی۔ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "میں ضعیف اور کمزور ہوں، دراصل اہلِ جہاد مفقود ہو چکا ہے، خود میرا عملی جہاد میں حصہ لینا بظاہر مشکل ہو گیا ہے کہ عوارض و امراض ہیں، تاہم عمل کی تکمیل کے لیے عمومًا نائب ہوتے ہیں، خلفاء اور جانشین ہوتے ہیں، آپ میرے جانشین خلیفہ اور جہاد کے عمل میں نائب ہیں"۔

حضرت شیخ الحدیثؒ میری جہادی زندگی کو اس قدر پسند فرماتے تھے کہ مَیں خود اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حاضری کے فورًا بعد میں چاہتا تھا کہ حضرتؒ سے اجازت لے لوں، حضرت کے عوارض و امراض ہیں۔ اور پھر یہ وہ زمانہ تھا جب حضرتؒ کسی کو بھی دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے لیکن مجھے پوری توجہ دیتے تھے اور دنیا و مافیہا سے کٹ جاتے تھے، بس میری ہی باتیں سنتے رہتے۔ **ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس جہاد ان کا مشغلہ اور توجہات کا مرکز ہے اور یہی ان کی تمامتر مساعی کا ہدف ہے۔** مَیں سمجھتا تھا کہ جب تک میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے پاس بیٹھا رہتا ہوں حضرتؒ کوئی درد، پریشانی اور فکر و اندوہ محسوس نہیں کرتے بلکہ جہاد کی باتیں سننے میں راحت اور اپنے لیے شفا محسوس کرتے ہیں۔ خدا شاہد ہے اُس وقت بھی مَیں اپنے ساتھیوں سے کہتا کہ حضرت ضعف و علالت اور عوارض و امراض کی وجہ سے اتنی دیر تک بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ فارغ ہیں مگر یہ جو ہمارا اکرام کرتے، توجہ سے بات سنتے اور طول دیتے ہیں یہ اُن کے اندرونِ دل کا تقاضا ہے ——— پوچھتے جہاد کیسے ہو رہا ہے، کفار کو شکست کیسے ہو رہی ہے؟ مجاہدین کی نصرت، کرامات، مسائل، مجاہدین کے اقدامات، شہداء کی کیفیات اور مہاجرین کے حالات دریافت فرمایا کرتے۔

حضرت الشیخؒ نے فرمایا آپ میرے جانشین، خلیفہ ——— اور جہاد کے عمل میں نائب ہیں ———

اپنے شیخؒ سے ہسپتال میں میری آخری ملاقات ہوئی تھی تو اُنہوں نے خلافِ معمول اب کے بار یہ وظیفہ ارشاد فرمایا:-

حم حم الامر وجاء النصر وهم لا ينصرون ٥

(ترجمہ)

جبکہ اس سے قبل حضرتؒ کا وظیفہ کچھ اور ہوتا تھا وہ میری اور مجاہدین کی حفاظت کے لیے دُعا کیا کرتے تھے، اب کے بار ان کی دعا کا انداز ہی کچھ اور تھا، وہ اس میں اشارۃً یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ اب کا مستقبل بدلا ہے، کفار کے مقابلہ میں مجاہدین کے ساتھ خدا کی نصرت اور مدد ہے اور اب کفار مغلوب ہوں گے اور ان کی کوئی مدد اور نصرت نہیں کی جائے گی۔

آپ حضرات کو یہ تجسس ہوگا کہ میں حقانی کیوں کہلاتا ہوں ——— اس تخلص میں میرا مقصد حقانیت کے مؤقف پر اپنی استقامت، حق کی علمبرداری

یا فنا فی الحق ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ میری نسبت مدرسہ حقانیہ اور اپنے شیخ و مربی مولانا عبدالحق ؒ کی طرف ہو تاکہ اس نسبت کی لاج رکھ کر اللہ کریم ہمیں کامیابی سے نوازے۔ مجھے اس ادارے اور اپنے شیخ سے نسبت پر فخر ہے اور یہ سب اسی نسبت کی برکتیں ہیں کہ اللہ پاک نے ہمیں توفیق دی اور ہم سکوت، تعود اور مداہنت سے بچ کر جابر و ظالم اور بڑے کافر و ملحد کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور بزعم خود سپر پاور کے مقابلہ میں توپوں ٹینکوں اور جہازوں کی بمباری کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اللہ پاک نے کمیونزم کو نہ صرف یہ کہ افغانستان اور روس میں شکست دی بلکہ اسے پورے عالم میں رسوا کر دیا۔ آج خود روسی جمہوریتیں مجاہدین کی برکت سے آزادی کے لیے کوشاں اور بیقرار ہیں بلکہ اس جہاد کی برکت سے پورے عالم میں محکوم و مظلوم اور غلام قوموں (خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) کو بھی آزادی کا احساس ہوا — یہ سب حقانیہ، مولانا عبدالحق ؒ اور حق پرستی کی برکتیں ہیں کہ آج جہادِ اسلام پوری دنیا میں ایک اہم اسلامی تعلیم کی حیثیت سے متعارف ہے۔

اب میں جہاد، محاذِ جنگ، خوست کی حالیہ شدید لڑائی اور فتح کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ محترم بزرگو! جہاد کے فتوحات کے اور قیادت کے دعوے بڑے بڑے لوگ کر رہے ہیں، مگر جو لوگ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور پروپیگنڈے کی یلغار میں کہیں نظر نہیں آتے ان غریب، نادار و غیور مجاہدین اور کمانڈروں کی طرف سے فیصلہ ہوا تھا کہ ہم نے بہرصورت خوست پر آخری اور فتح کن جنگ لڑنی ہے، مگر بعض قوتوں اور خود مجاہدین کے کئی سیاسی راہنماؤں نے اس کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ یہ جلال آباد کے بعد افغان مجاہدین کی دوسری شکست ہوگی اور دنیا میں ہماری ساکھ ختم ہو جائے گی جبکہ مجاہدین کے اقتصادی حالات کمزور ہیں، وسائل نہیں ہیں، امریکہ نے بھی مدد سے ہاتھ کھینچ لیے ہیں، عرب ممالک خلیج کی جنگ کی وجہ سے اپنے حالات میں گھرے ہوئے ہیں اور پاکستان کو بھی اپنے حالات درپیش ہیں۔

خوست کی جنگ کی منصوبہ بندی غیر معروف تھی (مگر مجاہدین جو خدا کی راہ میں جہاد کے لیے چُنے جا چکے ہیں) چنانچہ محاذِ جنگ کے کمانڈروں اور سپاہیوں نے اللہ کی مدد سے بہرصورت خوست پر فیصلہ کن حملہ کا پروگرام بنایا اور روسیوں سے ہی چھینے ہوئے ٹوٹے پھوٹے بیکار ٹینک، ان ہی سے چھینی ہوئی کنڈم مشینیں اور کمزور اسلحہ کی مرمت کر کے مجاہدین نے اسی اسلحہ سے خوست پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا، چار ماہ تک اس کی منصوبہ بندی کی جاتی رہی، یکم رمضان کو حملہ کا آغاز ہوا اور ۱۵ رمضان کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار فرمایا — اس کی وجہ بھی میں نے ایک اللہ والے عالم دین سے

میرا حقانی کہلانے کا مقصد یہ ہے کہ میری نسبت مدرسہ حقانیہ اور شیخ و مربی مولانا عبدالحق ؒ کی طرف ہو تاکہ اس نسبت کی لاج رکھتے ہوئے اللہ کریم ہمیں کامیابی سے نوازے۔

پوچھی کہ کیا وجہ ہے کہ خوست پر یلغار اور جنگ میں تاخیر در تاخیر ہو رہی ہے؟ انہوں نے فرمایا اصل وجہ یہ ہوگی کہ رمضان شریف کی برکتیں بھی ان شاء اللہ شاملِ حال ہوں گی۔

ہم نے دشمن پر یلغار کے لیے زمینی خندقیں کھودیں، راستے بنائے اور منصوبہ بندی کے مطابق عمل کرنے کا پروگرام ترتیب دے دیا۔

آخر میں میں تین اہم باتیں جو فتحِ خوست کا بنیادی سبب اور دینِ اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت ہیں، وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) ہماری چار ماہ سے دشمن کے خلاف منصوبہ بندی کا تمام تر نقشہ اور صورتحال دشمن کو اپنے وسائل سے معلوم ہوتی رہی۔ ہماری پلاننگ، مورچہ بندی، بارودی سرنگیں، خندقیں سب کچھ ان کے مشاہدے میں تھا لہٰذا دشمن نے بھی مضبوط دفاعی حصار قائم کرنے کے لیے زبردست پلاننگ کی، مضبوط اور مستحکم مورچہ بندی کی، صفِ اوّل میں دشمن نے اپنے دفاع کیلئے اپنی تمام تر قوت کو رکھ دیا — خوست کے علاوہ مختلف دیگر محاذوں سے اس نے بڑے بڑے جرنیل اور ماہرین بلائے، جدید ترین اسلحہ جمع کیا۔ دشمن کو اس بات کی فکر تھی کہ اگر آج شکست ہو گئی یا پہلی صف کے قدم اکھڑ گئے تو پھر ہمیں کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی اور ہمارے قدم کبھی بھی نہیں جم سکیں گے — لیکن اللہ کا یہ کرم ہوا کہ لڑائی کے دوسرے تیسرے روز ہی اس کی صفِ اوّل میں لغزش ہوئی اور اس کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ بھاگ کھڑا ہوا، دشمن کے دلوں میں خدا نے ہمارا رعب ڈال دیا اور بھاگتے ہوئے اس قدر اسلحہ، گولہ بارود، سامانِ حرب اور رسد و خوراک چھوڑ گئے کہ ہم نے چوتھے روز اُسی کے سامانِ متروکہ، اسلحہ اور اسباب سے دشمن پر یلغار کر دی۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ ایک روز ہم سب مجاہدین اور میدانِ جنگ کے سپاہی جمع ہوئے اور بارگاہِ الوہیت میں نہایت عجز و انکسار سے دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے وسائل کمزور ہیں، ہم ضعیف و ناتواں ہیں، دشمن قوی اور طاقتور ہے، اُس کے پاس جہاز، ہوائی اڈے اور بمبار طیارے ہیں جن کا عالمِ اسباب میں ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ یا اللہ! تو غیب سے مدد فرما! اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے عین ایامِ جنگ میں بارش، بادلوں اور تیز ہواؤں سے ہماری مدد فرمائی۔

خوست میں جہازوں کے دونوں اڈے بارش اور ہوا کی وجہ سے استعمال کے قابل نہ رہے، بادلوں کی وجہ سے ان کا ہدف صحیح نہ بن سکا اور دشمن کے جہاز بھی نہ اُڑ سکے۔ ہواؤں، بادلوں اور بارشوں نے ان کے فضائی راستے بند کر دیئے اور نہ ہی رسد، خوراک اس تک پہنچ سکی اور اس طرح ان پر مقاطعہ

ہوا اور بالآخر شکست پر مجبور ہوئے۔ یہ ہمارے ساتھ خدا کی غیبی مدد تھی ـــــ خود نجیب نے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ہوائیں اور بادل و باراں بھی مجاہدین کے ساتھ ناصر و معاون بن گئی اور ان کا وزن ہمارے خلاف بڑھتا رہا۔

(٣) تیسری بات یہ ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی وہ یہ ہے کہ افغان کٹھ پتلی حکومت کے جرنیلوں، منصب داروں، افسروں اور فوجیوں پر قدرتی طور پر افغان مجاہدین کی عظمت و شجاعت کا رُعب چھا گیا ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نصرت بالرعب مسیرۃ شهر۔ (ترجمہ) "ایک ماہ کی مسافت تک رُعب سے میری مدد کی گئی ہے"۔

دشمن نے بھاگتے ہوئے اس قدر اسلحہ، گولہ بارود اور سامانِ حرب چھوڑا کہ ہم نے چوتھے روز سامانِ متروکہ اسلحہ اور اسباب سے دشمن پر یلغار کر دی۔

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات امت کو بذریعہ وراثت ملی ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے برکات و ثمرات اور اس کی کرامات بھی امت کو وراثتاً منتقل ہوتی آئی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح کفار پر مجاہدین کا رعب بھی امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے۔

صرف یہ نہیں کہ خوست کے محاذ پر یا صفِ اوّل پر بلکہ مختلف علاقے مثلاً یعقوبی ہے یا دور دراز کے علاقے ہیں، جہاں جہاں ان کے اثرات تھے، فوجی قلعے تھے، جنگی پوسٹیں تھیں سب پر مجاہدین کا رعب چھا گیا ـــــ مثلاً روسی کٹھ پتلی حکومت کے پاس ۸۰ ٹینک تھے اور افغان مجاہدین کے پاس ۹ ٹینک تھے جن میں سے صرف تین ٹینک ضائع ہوئے، مگر اس کے باوجود دشمن کے ۸۰ ٹینک مجاہدین کے ۶ ٹینکوں سے ایسے بھاگے کہ جائے پناہ تک پہنچے بغیر واپسی یا حملہ کرنے کیلئے ادھر کا رُخ بھی نہ کیا۔ حالانکہ ان کے پاس ظاہری اسباب توپیں، اسلحہ، ہوائی جہاز اور ہر ممکن وسائل موجود تھے ـــــ

اللہ تعالیٰ نے عین ایام جنگ میں بارش بادلوں اور ہواؤں سے ہماری مدد فرمائی

مگر دشمن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا، ان میں افواہ پھیل گئی کہ مجاہدین کے پاس لاتعداد ٹینک ہیں اور ان میں خاص قسم کی مشینیں لگی ہوئی ہیں جن کا ہم نشانہ بن جاتے ہیں۔ مگر ہم جتنی بھی مجاہدین پر گولیاں چلائیں جدید مشینوں کی وجہ سے وہ سب بے اثر جاتی ہیں ـــــ یہ وہ رعب تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کے ان مجاہدین کو وراثتاً ملا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو خوست کی فتح مرحمت فرمائی۔

اس معرکہ میں ۱۵۰ مجاہد شہید ہوئے جبکہ دشمن کے ۴۰۰ سپاہی مارے گئے خوست میں کٹھ پتلی حکومت کے ۴۰۰ کے قریب زخمی اور بیمار فوجی ہسپتالوں میں تھے جنہیں مجاہدین نے اپنے ہسپتالوں میں منتقل کر دیا اور اب ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ نجیب انتظامیہ کے ۲۵۰۰ سے زائد فوجی مجاہدین نے قیدی بنائے، ۳۶۰ سے ۳۸۰ کے قریب بڑے افسر گرفتار ہوئے، ۷ جرنیل، ۱۶ بریگیڈیر، ۱۸ کرنل، ۳۰ میجر، ۱۸۰ کے قریب مختلف آفیسرز گرفتار ہوئے۔ کابل کی وزارتِ دفاع کے اہم معاون نظامی جرنیل اور معاون سیاسی جرنیل زندہ گرفتار ہوئے ـــــ ۱۰۰ کے قریب بڑی توپیں، ۲۰۰ کے قریب چھوٹی توپیں اور ۲۰ ہزار سے زائد کلاشنکوفیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجاہدین کو بطور مالِ غنیمت کے مرحمت فرمائی ہیں۔ اس کے علاوہ موٹریں، فوجی گاڑیاں، مختلف کل پرزے، ضرورت کا سامان اور اسبابِ خورد و نوش، ان سب اشیاء کی تعداد اتنی ہے کہ اس وقت ان کا شمار ناممکنات میں سے ہے۔

میں آخری بات مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جمعیۃ علماء اسلام اور اس کے ارکان، سربراہ اور ہمارے اساتذہ بالخصوص حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ پاکستان میں اور عالم اسلام میں دینی اور قومی و ملی اعتبار سے جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ بے ریا اور بے لوث خدمات ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ جہاد کی حمایت کی، ہم سے تعاون کیا، نصرت فرمائی، اس پر ہم ان کے بے حد ممنون ہیں ـــــ خاص کر ہم غریبوں کو بلانا اور حوصلہ افزائی کرنا ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں آپ تمام حضرات کا اور خاص کر دارالعلوم حقانیہ کے اساتذۂ کرام کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس عظیم اور خالص اسلامی جہاد کو پوری دنیا میں متعارف کرنے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔

جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن اور علماء کرام ہمارے ساتھ مختلف محاذوں پر جہاد میں ذاتی طور پر شریک رہے جن میں سے کئی شہید بھی ہوئے اور کئی غازی بنے، اس طرح آپ کی جماعت کا عملی تعاون اور سرپرستی ہمیں حاصل رہی۔

تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ اگر واقعۃً اسلام اور نفاذِ شریعت کے پیشِ رفت مطلوب ہے تو افغان مجاہدین کی مزید سرپرستی، تعاون و نصرت اور ان کے حالات سے آگاہ ہونا لازمی ہوگا ـــــ جہاد کے مراحل دیکھنے اور سمجھنے کے بعد ملکی دفاع و استحکام، ہندو سے حفاظت، کشمیر کی آزادی اور دینِ اسلام کی ترویج و نفاذ جیسے عظیم مقاصد حاصل ہوں گے۔
اِن شاء اللہ العزیز

فکر اسلامی

از :- الشیخ خالد السید علی بلاسی
ترجمہ :- محمد یعقوب طاہر

انسانِ اوّل کے مراحل تخلیق
اور
بلاغتِ قرآنی کا معجزہ

تخلیقِ انسان کا ڈارونی نظریہ، انسانیت کی تذلیل ہے۔ اشرف المخلوقات کے انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کے تخلیقی مراحل عظمتِ بشریت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ قرآنِ مجید میں مذکورہ ان مراحل کو کس معجزانہ بلاغت و فصاحت کے ساتھ حیات بعد الممات کے عقیدے سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ درج ذیل تحریر اسی کی وضاحت کر رہی ہے (ادارہ)

اس کے کچھ نہ کچھ اسرار و رموز جان سکنے کی غرض سے قربِ الٰہی کے حصول کی تمنا لئے ہوئے اور اس وفا شعار مصلح و ناصح کی صحبت میں وقت گزارنے کے لئے اس کعبہ نور و حکمت کے گرد طواف کرنے والوں کا تانتا بندھا ہی رہے گا۔

ہاں! یہ قرآنِ مقدس ہی ہے جو مختلف معارف و فنون میں بے مثل و یگانہ کتاب ہے اور اس کے معجزانہ پہلوؤں میں اس کی بلاغت و فصاحت اہم ترین معجزہ ہے۔ اس اعجازِ قرآنی کا اندازہ اس امر سے لگا لیجئے کہ نزولِ قرآن کے وقت عرب بیان و بلاغت کے بادشاہ تھے۔ اور الفاظ غلاموں کی طرح ان کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ پھر بھی وہ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورۃ جیسی کوئی عبارت تخلیق نہ کر سکے جبھی تو ان کے لئے یہ قرآنی چیلنج تھا۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن أن یأتوا بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً ○ (الاسراء ۸۸)	کہہ دیجئے اگر تمام انسان و جنات اس قرآن جیسی کتاب لانے کے لئے جمع بھی ہو جائیں تب بھی ایسا قرآن نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے

کے مددگار بھی کیوں نہ بن جائیں"۔

اس معجزانہ معیار قرآنی کا اصل راز اس کے برتر و دقیق انداز و اسلوب تعبیر میں پنہاں ہے۔ اس میں الفاظ اور تراکیب کی تشکیل کے لئے اپنایا جانے والا نظام بلاغت معجزانہ شان کا کچھ اس طرح حامل ہے کہ اگر ایک بھی لفظ کو اس کی جگہ سے اٹھا کر کسی دوسرے مقام پر رکھنے کی کوشش کی جائے تو مفہوم و معنی بدل کر رہ جائیں گے۔

اس معجزانہ معیار قرآنی کی وضاحت کے لئے میں قارئین کے سامنے قرآن کریم کے بعض ایسے مفردات کو بطور نمونہ پیش کرنا چاہوں گا جو بیک وقت ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں بھی ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کے لئے ضروری بھی۔ یہ کڑیاں ہیں دراصل ان تخلیقی مراحل کی جن سے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام گزرے ہیں۔ اور جنہیں ہمارے سلف نے یوں ترتیب دیا ہے۔

۱۔ مٹی ۔ ۲۔ پانی ۔ ۳۔ مجموعۂ پانی و مٹی ۴۔ زیادہ دیر پانی میں رہنے کی وجہ سے بو بدلنے والی مٹی ۔ ۵۔ چکنی مٹی ۔ ۶۔ کھنکھنانے والی مٹی ۔ ۷۔ تکمیل و ترتیب جسم ۔ ۸۔ روح پھونکنا۔

جدید سائنس و طب نے بھی اس ترتیب عنصری کی پرزور تائید کر دی ہے اور وہ یوں کہ جب ہم عام فنا و اموات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں مکمل طور پر اس کے برعکس ترتیب ملتی ہے یعنی جسد خاکی سے روح کی پرواز سے موت ابتداءً وقوع پذیر ہوتی ہے اور بالآخر جسد انسانی مٹی بن جاتا ہے اور جانی پہچانی بات تو یہی ہے کہ موت زندگی کی ضد ہے۔

قرآن عظیم نے تخلیق آدم علیہ السلام کے مراحل کو مربوط و مرتب ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ ان کا ربط و تسلسل ایک یقینی امر بھی ہے۔ البتہ بنی آدم کی تخلیق کے ادوار کا ذکر سورہ المومنون آیت ۱۲، ۱۴ میں ترتیب سے یوں کیا گیا ہے۔

ارشاد خالق کائنات ہے:۔

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ، ثم جعلناه نطفة فى قرار مكين . ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فكسونا العظام لحماً ثم انشأناه خلقا آخر فتبارك الله احسن الخالقين ۔

ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اس کو ایک محفوظ و مضبوط جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفے کو لوتھڑا بنایا۔ اس کے بعد ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھایا۔ پھر اس کو نئی صورت عطا کی تو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر بنانے والا بڑا ہی بابرکت ہے۔

چونکہ انسان اول کے مراحل تخلیق کے مرتب تذکرہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی تو اس کا غیر مرتب ذکر فرمادیا گیا اور اس لئے بھی کہ انسان اول کی پیدائش (تخلیق) کے ادوار پر اس قدر غور وخوض نہیں کیا جاتا جتنا کہ اس کی اولاد کے مراحل تخلیق کو زیر غور لایا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر انسان خود بھی تو ان میں سے ایک فرد کی حیثیت رکھتا ہے بنا بریں سورۃ المؤمنون کی آیت مبارکہ میں ترتیب مراحل خلقت انسان ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اور خاص طور پر جب سیاق و سباق کے پیش نظر اس آیت مبارکہ کے ذریعہ بعث بعد الموت (موت کے بعد کی زندگی) پر سامعین و مخاطبین کو قائل کرنا مقصود ہے تو مراحل تخلیق کے مرتب تذکرہ کا مثبت اثر کوئی مخفی امر ہرگز نہیں رہنا چاہئے۔

لہٰذا دشمنان اسلام میں سے جاہلوں پر مشتمل طبقہ کا قرآن مقدس کے کسی ایک چیز کے ادوار کو متفرق جگہوں پہ غیر مجتمع طور پہ ذکر کرنے پر اعتراض اور پھر اسے دلیل بنا کر قرآن کریم میں موضوع کی عدم یکجائیت کی طرف انگشت اٹھانا کسی صورت ادنیٰ وقعت و اہمیت کا بھی قطعاً حامل نہیں رہتا۔

باعث حیرت امر تو یہ ہے کہ اسلام دشمن عناصر اس امر سے یکسر لاعلم ہیں کہ قرآنی قصص و نصائح، ارشادات و احکام کا تدریجی انداز اور مختلف مقامات میں وارد ہونا ہی اس کا عظیم تر معجزہ بلاغت ہے۔

قرآن کریم کوئی ایسی تدوین شدہ کتاب نہیں جسے ابواب و فصول میں منقسم کر کے متعلقہ موضوعات کا اندراج متعلقہ ابواب میں کیا گیا۔ بلکہ اس کی امتیازی حیثیت و خصوصیت تو یہ ہے کہ اس میں تمام تر علوم و فنون اس طرح جمع ہیں کہ ہر صاحب اختصاص اپنی مطلوبہ معرفت اس سے تلاش کر کے جمع کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک طبیب کو لیجئے۔ وہ سارے قرآن کریم کے بنظر غائر مطالعہ کے دوران اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرے گا۔ پھر اس کے واقعاتی تحلیل و تجزیہ کے ذریعہ قرآن کے اعجاز بیانی جیسے شاہکار کی دریافت کرے گا اور اس طرح ہر میدان کا ماہر اس کتاب مقدس سے استفادہ کرتا رہے گا۔

اگر قرآن مجید کی ہر سورہ ایک مکمل اکائی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں باہمی ربط انتہا درجے کا ہوتا ہے پھر بھی مختلف سورتوں کی آیات ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں اور بعض سورتوں میں مذکور واقعات دوسری سورتوں میں موجود ایسی ہی آیات سے مکمل شکل اختیار کرتے ہیں۔ بعض علماء تو سورتوں کے باہمی رابطہ و تعلق کو بھی بیان کرتے ہیں۔

یہاں دو متضاد اشکال باہم اکٹھی نظر آتی ہیں۔ ہر سورہ اپنے وجود کے اعتبار سے اعجاز کی عمدہ ترین مثال ہے جب کہ چند ایک کئی سورتیں اجتماعی شکل میں ایک ہی واقعے کو مکمل کرتی ہوئی بھی اعجاز قرآنی کا نمونہ ہوتی ہیں۔

معذرت کے ساتھ | ہم اپنے موضوع کی طرف واپس آتے ہیں کہ قرآن کریم نے مراحل تخلیق آدم علیہ السلام کا متفرق ذکر کئی ایک مقامات پر فرمایا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ خود آدم علیہ السلام کے ابتدائی قصہ میں درج ہے

اور یہ امر بجائے خود ایک معجزہ ہے کہ یہ تفہیم الہٰی دقت و متانت کے ساتھ وارد ہے کہ ہر مرحلہ اپنے اندر موجود تدریجی کیفیت کو بھی واضح کر رہا ہے ان ادوار و مراحل میں مکمل ربط و تعلق باہم پیوستگی اور واضح مناسبت و ترتیب بھی اس امر کی بیّن دلیل ہے بلکہ اگر کہیں ایک تدریجی حالت کو دو مرحلوں میں ذکر کیا گیا ہے تو ہر دو جگہوں میں ایسا مفہوم سمٹا ہے جو ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہی قرآن کا عین اعجاز ہے۔

پہلا مرحلہ | "عنصر خاک" ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (آل عمران ۵۹)

بیشک عیسٰی علیہ السلام کی مثال اللہ کی نظر میں آدم جیسی ہے جسے خاک سے پیدا فرمایا پھر (کُن) کہا تو وہ عدم سے وجود میں آگئے

پیدائش آدم علیہ السلام کے پہلے مرحلہ (تراب) کو عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں عام طور پر خیال کئے جانے نظریہ کے رد میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بشریت کی قاطع و بیّن دلیل پیش کی جائے اگر عیسٰی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہے تو ابو البشر ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا کئے گئے ہیں تو یوں کچھ عجیب امر کو بہت ہی زیادہ اچنبہ اور نسبتاً زیادہ عجیب چیز سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ صرف اس لئے کہ شبہات کی مکمل بیخ کنی کے ساتھ ساتھ کجرو فریق مخالف کی بات کا منہ توڑ جواب بن جائے۔

مزید برآں اس مرحلہ پیدائش میں ایک بلیغانہ نکتہ زرکشی نے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ رب لم یزل و لایزال نے ایک دقیق و لطیف مفہوم کے پیش نظر لفظ (طین) جس کے معنی "مجموعۂ پانی و مٹی" ہے، کی بجائے لفظ تراب صرف "مٹی" فرمایا۔ کیونکہ لفظ (تراب) کے معنی میں چونکہ کثافت لفظ (طین) سے نسبتاً زیادہ ہے تو اس تعبیر سے عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت کے دعویداروں کے باطل نظریہ کا رد مؤثر ترین انداز میں ہو سکتا ہے۔

بنابریں اس اول عنصر تخلیق آدم کے ذکر نے اسلوب قرآنی میں واقعیت کا ایسا رنگ بھر دیا ہے جس سے ہمہ قسم احتمالات اور شکوک و شبہات مٹ جاتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ | عنصر پانی۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اللہ خلق کل دابۃ من ماء" (النور آیت ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے ہر ذی جان کو پانی سے پیدا فرمایا۔

قدرت الہٰی کے بیان کے ضمن میں پانی کا تذکرہ یوں آیا کہ قادر مطلق نے مختلف رنگ و نسل اور حرکات و سکنات رکھنے والی تمام تر مخلوقات، بشمول انسان کی تخلیق ایک ہی پانی سے فرمائی۔ اس آیت مبارکہ میں صرف پانی کے ذکر فرمانے پر اس لئے اقتصار کیا گیا ہے کہ آیت میں کل دابہ ذی جان (ہر جاندار) کا ذکر ہے اور عناصر

اربعہ میں صرف پانی ہی تمام مخلوقات کی تخلیق میں مشترک عنصر ہے۔

تیسرا مرحلہ | طین - مجموعہ مٹی و پانی، اور طین کا معنی مٹی اور پانی کا مجموعہ ہے۔ فرمانِ خدائی۔

"وبدأ خلق الانسان من طین (السجدہ ۷) اور انسان کی تخلیق کا آغاز مجموعہ پانی و مٹی سے کیا۔

اس آیت کے مطابق بیان کردہ ابتدائے تخلیق آدم کے طور پر نہایا رشدہ اولین بنیادی مادہ جس کا ایک ذہن تصور کر سکتا ہے وہی ہے جس کی وضاحت اس آیتِ مبارکہ نے کر دی ہے۔

علاوہ ازیں سیاق و سباق کو مدنظر رکھیں تو جو حقیقت آشکار ہوتی ہے وہ یہ کہ اس سورہ کریمہ نے ابتدائے تخلیق کے اس مرحلہ کو بعث بعد الموت کے اثبات کے لئے ذکر کیا ہے۔

لہٰذا موضوع مقام، مرحلہ طینیت کے ذکر کے متقاضی تھے۔ کیونکہ یہ مرحلہ دیگر مراحلِ تخلیق کی نسبت کہیں زیادہ عدم کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے حوالہ سے حیات بعد الموت پر استدلال وزنی ٹھوس اور اذہان کو اپیل کرتا ہے۔ اس اعتبار سے جو ذات (طین) سے مکمل بشر کو پیدا کر سکتی ہے۔ وہ موت کے بعد اس کی از سر نو تخلیق پہ بدرجہ اتم قادر مطلق آخر کیوں کر نہیں ہو سکتی ؟

مزید برآں اس مرحلہ تخلیق کو سورہ (ص) میں وارد قصہ آدم علیہ السلام کی ابتداء میں بھی ذکر فرمایا گیا ہے رب ذوالجلال والاکرام نے فرمایا۔

و اذ قال ربك للملئكة انی خالق بشرا من طين (ص)	جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مجموعہ مٹی و پانی سے انسان کی تخلیق کرنے والا ہوں۔

البتہ یہاں اس کا ذکر کسی اور پیرائے میں کیا گیا ہے۔ یہاں اصل مقصد یہ ہے کہ ابلیس لعین کے اپنے مادہ تخلیق (عنصر آگ) کی وجہ سے ناروا اترانے پر اسے سختی کے ساتھ ڈانٹا جائے۔ بھلا اس لعین سے یہ حقیقت کیونکر او جھل رہی ہو گی کہ آدم علیہ السلام عنصر طین سے تخلیق کے ساتھ خالقِ کائنات کی جانب سے آدم کو خود بنا کر مکمل فرمانے پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکنے کے جملہ مراحل میں انسان عظیم تر خوبیوں و ممیزات کا حامل بن جاتا ہے۔

لہٰذا آدم و ابلیس کے برتری کے اس تصور میں ایک لطیف ترین اشارہ یہ ملتا ہے کہ عناصر تخلیق باہم ایک دوسرے پر قطعاً کوئی برتری نہیں رکھتے۔ بلکہ اس کا انحصار اور معیار اور امتیازات پر مبنی ہوتا ہے۔

چوتھا مرحلہ | الحما المسنون - زیادہ مدت میں رہنے کی وجہ سے اپنی بُو بدل لینے والی مٹی یا سڑے ہوئے گارے والی مٹی۔

خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا۔

انی خالق بشراً من صلصال من حماء مسنون۔
ہیں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں

اس سورہ کریمہ میں اس مرحلہ تخلیق کے ذکر کا رازیہ ہے کہ سابقہ آیات مبارکہ میں حشر کے برپا ہونے پر دلائل مہیا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

و انا لنحن نحیی و نمیت و نحن الوارثون و لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین و ان ربك هو یحشرهم انه حکیم علیم ٥ (الحجر ۲۳-۲۵)

یقیناً ہم ہی زندگی عطا کرتے ہیں اور ہم ہی موت سے ہمکنار کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث و مالک ہیں۔ ہم تم سے پہلے گذرنے والے اور بعد میں آنے والے سبھی کو جانتے ہیں اور آپ کے پروردگار بروز قیامت ان سب کو جمع کرنے والے ہیں۔

اور یقینی امر ہے کہ جو ذات بدبو دار مٹی سے خوبصورت اور مکمل انسان پیدا کرسکتی ہے بھلا وہ اسے مار کر دوبارہ زندہ کرنے اور پھر جمع کر کے حساب لینے پر قادر نہیں ہوسکتی ؟ کیوں نہیں ؟

اس سیاق وسباق میں اس مرحلہ تخلیق کو ذکر کرنے کا حقیقی مقصد مرحلہ بعث بعد الموت اور روز قیامت سب کو ایک جگہ پر اکٹھا کرنے کے عمل کو بالتاکید بیان کرنا ہے۔

پانچواں مرحلہ | الطین اللازب چکنی مٹی۔

انا خلقنا هم من طین لازب (الصافات ۱۱)
ہم نے انہیں چکنی مٹی سے پیدا کیا۔

یہ تخلیق آدم میں سابقہ مرحلہ کے متصل بعد کی کیفیت والا مرحلہ ہے۔ قرآن مجید کے اعجاز بلاغی کی منہ بولتی برہان دیکھئے کہ تخلیق کے اس مرحلہ کو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ پر تمسخر و مذاق کرنے والوں کے ضمن میں بطور تعجب اس طرح فرمایا کہ جب منکرین بعث خود (طین لازب) جو اس زمین کا ایک حصہ ہے سے [illegible] ہیں تو انہیں خدائی امر کا انکار ہی کیونکر ہونا چاہئے بلکہ برضا و رغبت تسلیم کرنا چاہئے کہ جو ذات [illegible] طین لازب سے ازسرنو زندوں کو تخلیق کرتی ہے۔ اس کے لئے تو جسد انسانی کا اعادہ ازحد آسان ہوگا۔

علامہ زمخشری الکشاف میں انسان کو (طین لازب) سے پیدا کرنے کی دو حکمتیں لکھتے ہیں:۔

ا۔ یا تو انسان کے کمزور و ناتواں ہونے پر بطور شہادت اس مرحلۂ تخلیق کا ذکر فرمایا، کہ جو چیز ایسی مٹی سے پیدا کی گئی ہے وہ قوت و سختی و صلابت جیسی صفات سے متصف نہیں ہوسکتی۔

۴۔ منکرین بعث بعدالموت کے اس باطل تصور کہ جب ہم مرنے کے بعد خاک اور بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر کیسے زندہ کئے جا سکیں گے۔ (الصافات ۱۶) پر بطور قطعی رد فرمایا کہ جس (طین لازب) سے انسان کو پیدا کیا گیا وہ دراصل ایک خاک ہی تو ہے تب انہیں یہی خاک بن جانے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر کوئی تردد و استنکار نہیں ہونا چاہیے۔

چھٹا مرحلہ | الصلصال ۔ کھنکھنانے والی مٹی۔

خالق کائنات نے فرمایا:۔

انی خالق بشراً من صلصال (الحجر ۲۸)

الصلصال ۔ پانی میں رہنے کے بعد خشک ہونے کے باعث کھنکھنانے والی مٹی جسے اگر آنچ دی تو ٹھیکرا بن جائے۔ اس مرحلۂ اتمام خلقت کو انس و جن کی فطرتوں میں مکمل تضاد کی کیفیت کو اجاگر کرنے کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے جب کہ اس سے پہلے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والجان خلقناہ من قبل من نار السموم (الحجر ۲۷)	اور جن کو اس سے پہلے ہم نے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

یہ ایک تضاد و تناقض ہے جو ان دونوں مخلوقات کے مابین دائمی عداوت کا مؤثر ترین سبب شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ الصلصال میں دو متضاد صفتیں خشکی اور رطوبت موجود ہیں اور آگ میں نہ تو رطوبت ہے اور نہ ہی یبوست بلکہ یہ بھڑی ہوئی مہلک لپٹوں والی ہے۔

اور یہ بات بھی قرین قیاس لگتی ہے کہ تخلیق کے اس مرحلہ کو (الصلصال) سے تعبیر کرنے میں مشرکین کی کم عقلی و کوتاہ بینی کے سبب کی طرف بھی اشارہ ہو کیونکہ وہ اس صلصال سے پیدا کئے گئے ہیں جس میں تہ غلبیات اور گناہوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اس مرحلۂ تخلیق میں یہ انداز بیان سورۂ کریم میں مشرکین کے اباطیل و خرافات میں ہر لحظہ گرفتار ہونے کی واقعاتی صورتِ حال کے بھی عین مطابق ہے جب کہ مقصد یہی ہے کہ بعد ازاں اسے دلائل و براہین کے ساتھ باطل قرار دیا جائے۔

علاوہ ازیں قرآنی نظم و نسق دیکھئے کہ جہاں سورہ الحجر میں تخلیق جن کے عنصر حقیقی (آگ) النار السموم کا ذکر فرمایا۔ ساتھ اصل آدمیت (الصلصال) کے وصف کو بھی ذکر فرما دیا جیسا کہ الرحمن کی آیت (خلق الانسان من صلصال کالفخار و خلق الجان من مارج من النار) میں دونوں کا تذکرہ کر کے اصل عناصر کا موازنہ فرما دیا ہے بلکہ سورہ الرحمن میں تو تخلیق آدمیت کے اس مرحلہ کے ذکر نے خدائے ذو المنن کے احسانات اور نعمتوں کو مزید حسن و جمال سے آراستہ کیا ہے ~~ایسے~~ کچھ یوں کہ الصلصال خاک کے مراحل میں سے اعلیٰ ترین سٹیج ہے۔ کیونکہ اس مرحلہ

ہیں (ط‌ین) میں ایسی صلابت اور پختگی آجاتی ہے جو تفرق و تشتت کا شکار بھی نہیں ہوتی اور بدبودار بھی نہیں، بلکہ اس سے بنی ہوئی اشیا خود محفوظ ہونے کے علاوہ دوسری اشیا کی حفاظت کی بھی ضامن ہوتی ہیں۔ اس طرح سورہ الرحمٰن کا یہ حصہ جو اس مادہ سے پیدا شدہ انسان کی دوسری اشیا کی حفاظت کے مفہوم کو سمیٹے ہوئے ہے قرآن کریم کے بہترین حافظ و محافظ ہونے کے اہل بننے کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔ جب کہ ان مراحل تخلیق سے گذاری گئی مخلوق اس ذمہ داری کی اہل بن جاتی ہے کہ وہ قرآن مجید اور دیگر تمام علوم و فنون کی حقیقی محافظ بن سکے۔ وہی قرآن مجید جس کی تعلیم خود رحمٰن دیتے ہیں۔

ساتواں مرحلہ	انسان کی مکمل ساخت۔

آٹھواں مرحلہ	روح پھونکنا۔ خالق انس و جن نے فرمایا۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی ... (الحجر۲۹)

(سویتہ) سے مراد انسان کی مکمل ساخت اور کامل تصویر ہے تاکہ اس میں روح پھونکی جا سکے۔

ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں نفخ کی حیثیت جسم کو زندگی دینے والی ایک چیز کی تمثیل سے بڑھ کر کچھ نہیں کیونکہ عمل نفخ کی خدا کی طرف نسبت بعید از قیاس اور محال ہے۔ ان دونوں مرحلوں کو سورہ (ص) اور (الحجر) میں ابلیس لعین سے گفتگو کے دوران اور موضوعِ کلام کے حسب تقاضا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ میں آدم علیہ السلام کی فضیلت و امتیاز (تسویہ و نفخ روح) کو اس انداز سے ذکر فرمانے کا مقصد یہی ہے کہ جو مخلوق ایسی عظیم امتیازی خصوصیات کی حامل ہو اس کے پہلے فرد حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے اپنے رب کی حکم عدولی کی آخر ابلیس نے جسارت کیونکر کی ہے۔

خلاصہ۔ مذکورہ بالا سطور میں تخلیق آدمؑ (انسان اول) کے مراحل کو قرآن مقدس کی آیات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ جو معجزانہ دقیق ترین قرآنی نظم و نسق کی منہ بولتی تصویر ہے اور جو بلاغت قرآنی کا عظیم شاہکار بھی ہے اور اعجاز بیانی کی برہان قاطع بھی۔ بلا شبہ ہمیں اس قسم کے تحقیقاتی موضوعات پر قلم اٹھانا چاہیئے۔ بلکہ قرآنی بلاغت اور اس کے اعجاز بیانی سے متصف اصول و قوانین شرعیہ کی سمجھ تک رسائی حاصل کرنے کی غرض سے مفرداتِ قرآن کے فہم و ادراک کے اس اندازِ تخلیق کو لازماً اپنانا اور رائج کرنا چاہیئے۔ وہ قوانین قرآنیہ جو بجا طور پر ایسی مضبوط ترین بنیادیں ہیں۔ جو ہمیں سرمایہ صد افتخار۔ قرآن۔ پر فخر کرنے اور اس کی رشد و ہدایت کو حاصل کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

اور یوں ہم دشمنانِ اسلام کی افترا پردازیوں اور بہتان طرازیوں کا بھی منہ توڑ جواب دینے کے اہل ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

واللہ الہادی الیٰ سواء السبیل۔

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان ——— حسن ابدال
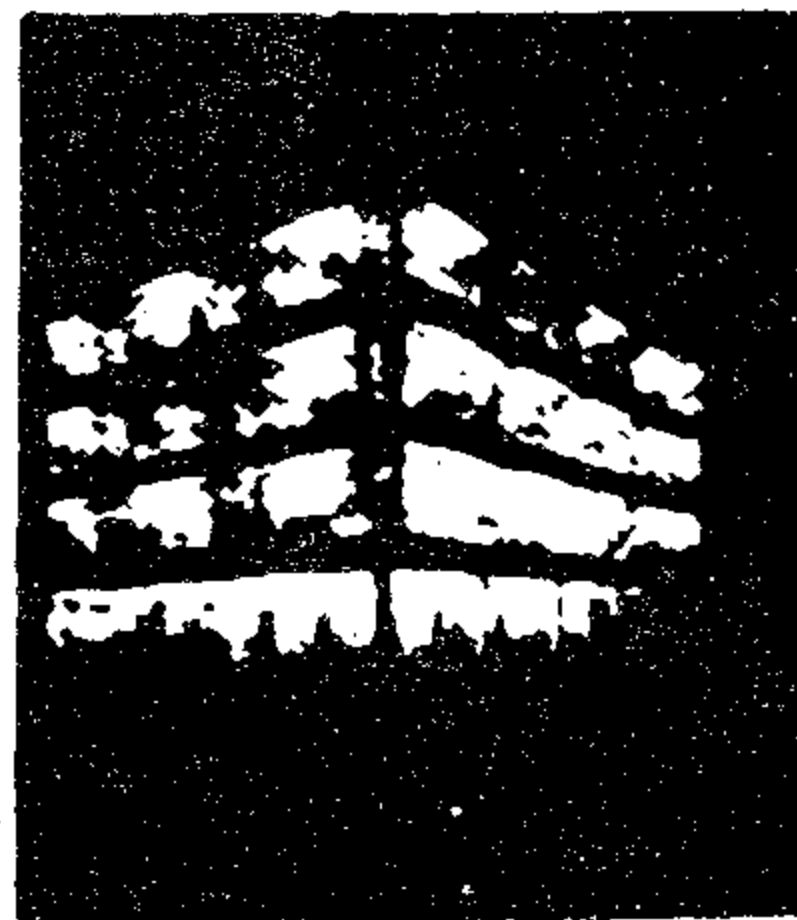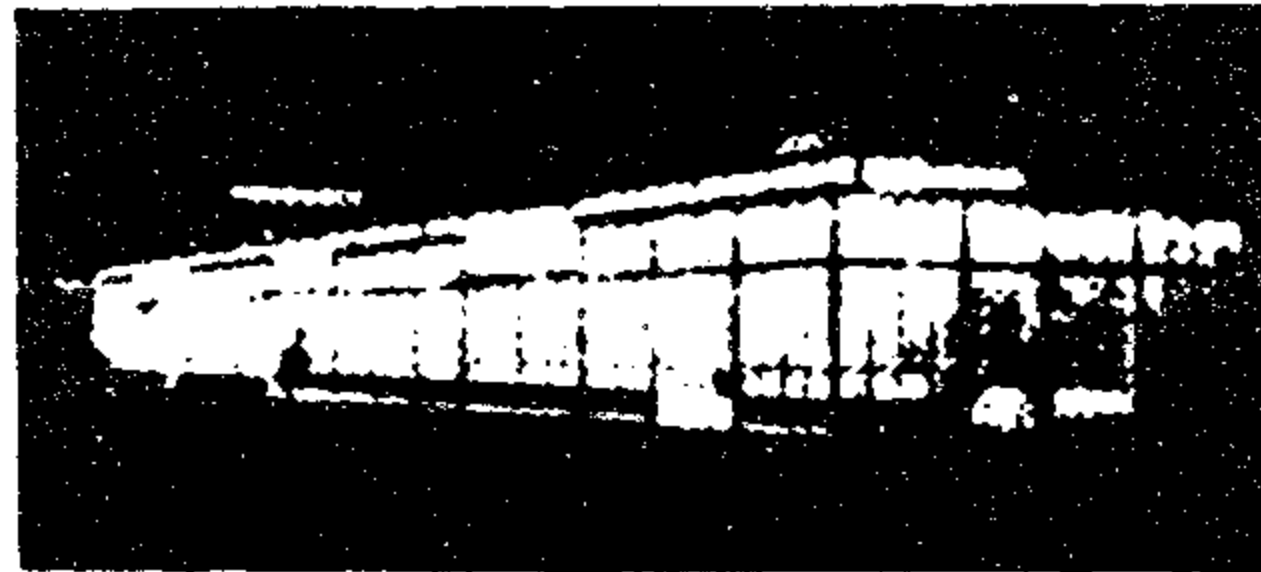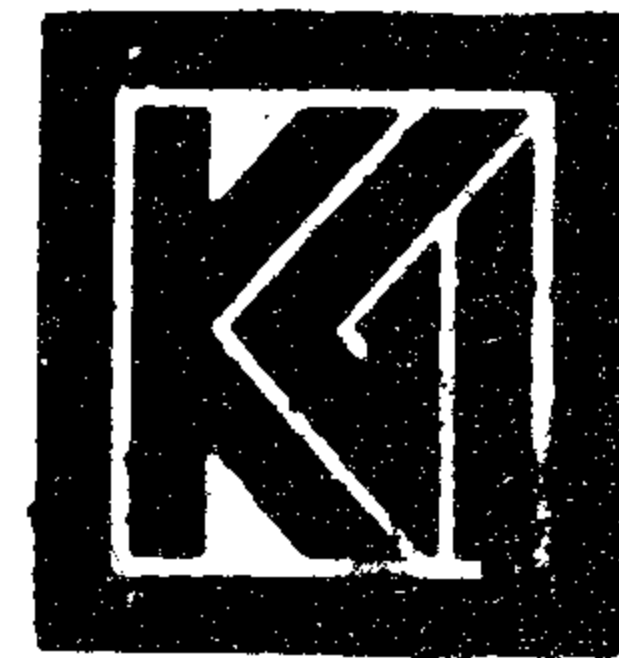
محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت
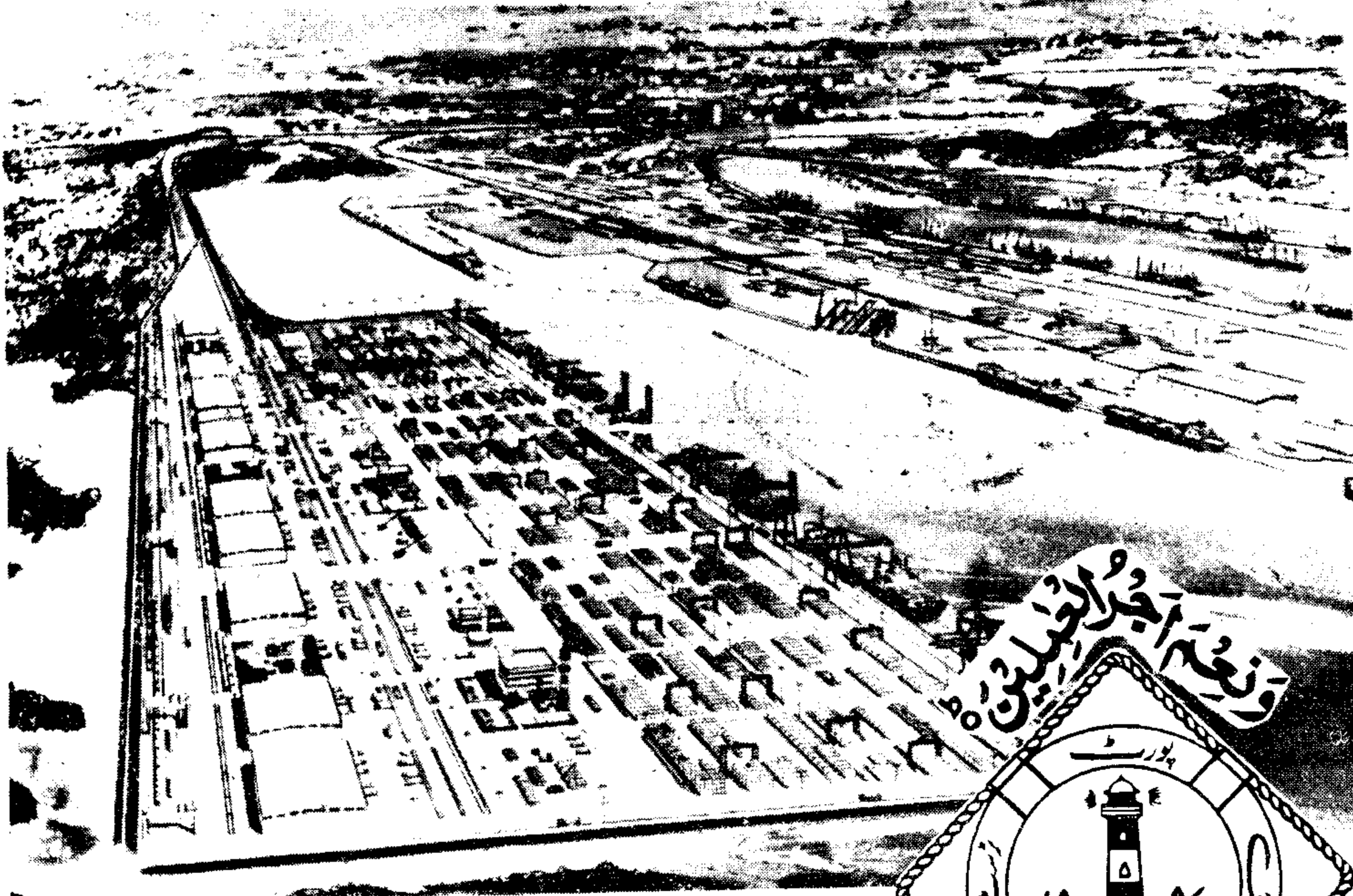
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

4-88 PID - Islamabad

قارئین — بنام — مُدیر

افکار و تاثرات

- قرآن حکیم کا اُردو ترجمہ اور اخبارات / جناب عبدالحی ابرو
- نظامِ تعلیم میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت / ڈاکٹر محمد دین صاحب جان
- علامہ افغانی رح کے علوم و معارف کے ضبط و اشاعت کا اہتمام / صاحبزادہ محمد داؤد

قرآن حکیم کا اردو ترجمہ اور اخبارات

پچھلے اور موجودہ شمارے (شمارہ ۴، ۵) میں قرآنی آیات کے ترجمہ کے سلسلہ میں دو مضامین میرے پیشِ نظر ہیں مجھے ان میں عجیب خلط مبحث محسوس ہوا۔ اخبارات و رسائل میں جو دعوتِ قرآن کی نشر و اشاعت کا تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے صاحب مضمون اس کو بھی بند کرانا چاہتے ہیں، پتہ نہیں یہ دین کی کون سی خدمت ہے اور موصوف نے یہ نتیجہ نامعلوم کہاں سے اخذ کر لیا کہ "گویا یہ ترجمہ مستقل قرآن ہے"۔ جو لوگ دو تین آیات کا ترجمہ اپنے اخبار، رسالے وغیرہ میں متن دیئے بغیر درج کر دیتے ہیں اُن کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہوتا کہ یہ قرآن ہے اور اس کا وہی درجہ ہے جو قرآن کے "نظم و معنیٰ" کا ہے۔ وہ تو ایک عام آدمی کو قرآنی آیات کا مفہوم بتانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ ہم لوگ عجمی ہیں عربی نہیں جانتے، اس لیے قرآنِ کریم کے معانی و مفاہیم میں غور و فکر نہیں کر سکتے اس لیے قرآن کی اس تاثیر سے محروم ہیں جو اس کے سمجھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح نے شروع میں فارسی ترجمہ کی قراءت سے نماز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ صاحب نور الانوار شرح المنار کی مندرجہ ذیل عبارات کو سیاق و سباق میں رکھ کر اس پر براہِ کرم غور کیا جائے اور صاحبِ مضمون کے تشدد کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور و فکر کیا جائے، مُلّا جیون رح فرماتے ہیں: "... أولأنه إن اشتغل بالعربي ينتقل الذهن منه إلى حسن البلاغة والبراعة ويلتذ بالاسجاع والفواصل ولم يخلص الحضور مع الله تعالى، بل يكون هذا النظم حجاباً بينه وبين الله تعالى، وكان ابوحنيفه رحمه الله تعالى مستغرقاً في بحر التوحيد والمشاهدة لا يلتفت إلا إلى الذات"... اس سے مقصود یہ ثابت کرنا نہیں کہ امام صاحب رح صرف ترجمہ قرآن مجید پر اکتفاء کرنے کے قائل ہیں بلکہ صرف اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ قرآن کتابِ ہدایت ہے، لاریب اس کی تلاوت سے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں مگر قرآنِ کریم سمجھنے کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ اس لیے اگر اخبارات و رسائل میں ایک دو آیتیں اصل قرآنی متن کے بغیر شائع کر دی جائیں تو انشاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں، خاص طور پر اس لیے بھی کہ خود بعض فقہائے حنفیہ ایک دو

آیات عربی حروف کے بغیر لکھنے کے قائل بھی ہیں۔ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ وزارتِ اوقاف کویت، جلد ۱۱ ص ۱۶۸ میں مختلف فقہی کتابوں کا حوالہ دے کر بتایا گیا ہے: "ذھب بعض الحنفیۃ إلی جواز کتابۃ آیۃ او آیتین بحروف غیر عربیۃ لا کتابۃ کلہ، لکن کتابۃ القرآن بالعربیۃ وتفسیر کل حرف و ترجمۃ جائز عندھم، لما روی عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ أن قومًا من الفرس سألوہ ان یکتب لھم شیئًا من القرآن، فکتب لھم فاتحۃ الکتاب بالفارسیۃ"۔

نیچے "قراءۃ القرآن بغیر العربیۃ" کے زیرِ عنوان عربی متن کے بغیر قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں "موسوعۃ" میں ہے کہ اس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ حفظِ قرآن میں کوئی خلل نہ آئے۔ چنانچہ مصنف کہتا ہے: "ونظر الفقہاء فی ذٰلك علی الاختلاف آراءھم متوجہ إلی عدم الإخلال بحفظ القرآن، وأن لا تکون مؤدیۃ إلی التہاون بأمرہ، ولکنھا لا تُسمّٰی قرآنًا علی ای وجہ کانت"۔ (اس عبارت کے آخر میں فقہاءِ اربعہ کی مختلف کتابوں کے حوالے یوں درج ہیں۔

حاشیہ ابن عابدین ۱/۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷ ــ بدائع الصنائع ۱/۱۱۲ ــ مواہب الجلیل (مالکی فقہ) ۱/۱۵۹ ــ حاشیہ القلیوبی (شافعی فقہ) ۱/۱۵۱ ....)

یہاں جو ممانعت کی وجہ بیان کی گئی ہے وہ ہمارے ہاں بالکل موجود نہیں، اخلال بالحفظ یا تہاون بامرہ کا سینکڑوں ہزاروں مدارس اور حفاظ کی موجودگی میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اخبارات و رسائل کے سلسلے میں تین صورتیں ہیں (۱) یا تو سرے سے قرآنی آیات کا حوالہ ہی نہ دیا جائے، میرے خیال میں اس کی کوئی ذی عقل تائید نہیں کر سکتا (۲) دوسرے یہ کہ قرآنی آیت اور اس کا ترجمہ دونوں ذکر کیے جائیں، اس میں قرآنی آیت کی اہانت و بے ادبی کا بہت زیادہ احتمال رہتا ہے۔ (۳) تیسرے یہ کہ صرف ترجمہ دیا جائے اور یہ بہر حال (نظم و معنیٰ کی شرط کی بناء پر) قرآن مجید نہیں، اس لیے اس کی حرمت متن کے مقابلے میں دوسرے نمبر پر ہے۔

ان تمام باتوں اور خاص طور پر حضرت سلمان فارسیؓ کے اثر اور بعض فقہائے حنفیہ کی طرف سے ایک دو آیات کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کے جواز کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ صاحبانِ مضمون کا اخبارات و رسائل پر طعن و تشنیع کسی طرح بھی درست نہیں، نیکی کی دعوت کے اس دروازے کو بند کرنا مناسب نہیں۔ اگر جھوٹی سچی سیاسی خبروں کے ساتھ رشد و ہدایت کے چند بول بھی قارئین کے کانوں تک رسائی حاصل کر لیں تو کیا حرج ہے؟ شاید اللہ تعالیٰ ان ایک دو آیات کی برکت سے کسی کا دل نیکی کی طرف پھیر دے۔ وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی إلّا باللہ۔

والسلام، نیاز مند (عبدالحی ابڑو، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد)

> اس قسم کے سلسلۂ مضامین سے مسائل کی تنقیح، فکر و بحث اور تحقیق و تفحص کے جذبات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اس لیے دونوں جانب کے نقطۂ نظر نذرِ قارئین کر دیئے جاتے ہیں ۔۔۔۔۔ (الحق)

نظامِ تعلیم میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت

وطن عزیز میں پست شرح خواندگی کا رونا ہر حکومت کے دور میں رویا جاتا رہا ہے لیکن اس ضمن میں کیے جانے والے اقدامات اکثر و بیشتر ناکام و نامراد رہے ہیں اور تعلیم کے نام پر حاصل کیے جانے والے قرضے ہماری شرح خواندگی کو بڑھانے کی بجائے شرح سود کو بڑھانے کا ذریعہ بنتے رہے ہیں خواہ وہ "تعلیم بالغاں" کا پروگرام ہو یا "نئی روشنی" پروگرام نتیجہ صفر سے آگے نہیں بڑھ سکا اور بالآخر ان پروگراموں کی ناکامی پر مہر ثبت کر کے انہیں کالعدم کر دیا گیا اس لیے شرح خواندگی بڑھانے کے لیے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اس بات کی تحقیق کرنی چاہیئے کہ بیرونی ممالک سے درآمد شدہ خواندگی کے پروگرام ہمارے ہاں اب تک کیوں نہیں پنپ سکے ہیں ؟

ہماری رائے میں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری آبادی کا بڑا حصہ دیہات پر مشتمل ہے اور بحمد اللہ اب بھی ہمارے دیہاتی ماحول پر دینی تعلیم کا اچھا خاصا اثر موجود ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا خواندگی پروگرام مرتب کرتے وقت یہ سوچنا ہوگا کہ ہم اپنے معاشرے کی فکری بنیادیں تلاش کریں اور پھر ان کے اوپر خواندگی کی عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ ہر معاشرے کی اپنی فطری و ذہنی بنیادیں ہوتی ہیں جن سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اس ضمن میں درج ذیل حقائق پر غور کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ۱۹۸۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق ہماری شرح خواندگی ۲۶٫۲ فیصد تھی جب کہ قرآن کریم کے ساتھ لگاؤ اور مذہبی جذبے کے تحت ہمارے معاشرے کا ایک بڑا حصہ قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کو اپنی مدد آپ کے جذبے کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ ہمارے ۳۵٫۸ فیصد مرد اور ۴۱٫۴ فیصد خواتین ناظرہ قرآن کریم پڑھے ہوئے ہیں۔ جب کہ شہری آبادیوں میں یہ شرح اور بھی بہتر ہے یعنی مردوں میں ۴۸ فیصد اور خواتین میں ۵۹ فیصد۔ گویا ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم کی صورت میں شرح خواندگی بڑھانے کی ایک مضبوط بنیاد ہمارے ہاں اب بھی موجود ہے۔

۲۔ قرآن کریم کا رسم الخط نسخ ہے اور اس پر اعراب لگے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی درست تلاوت سہولت کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اب اس حقیقت پر نظر ڈالیں کہ ہماری علاقائی زبانوں سندھی، پشتو وغیرہ کے حروف تہجی بھی بنیادی طور پر عربی زبان ہی سے لئے گئے ہیں۔ اور ہماری قومی زبان اردو میں بھی کثیر تعداد عربی الفاظ رچ بس چکے ہیں۔ اس طرح ناظرہ قرآن پڑھ لینے کے بعد تھوڑی سی کوشش سے اردو یا علاقائی زبانوں کی خواندگی سکھائی جا

سکتی ہے۔ اور تجربہ شاہد ہے کہ ہمارے دیہاتی علاقوں میں بہت سے مرد اور خاص طور پر خواتین بغیر کسی باقاعدہ تعلیم کے صرف ناظرہ قرآن کی بنیاد پر مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان دینی کتب کی اشاعت سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جو ہر سال قومی اور علاقائی زبانوں میں شائع ہوتی ہیں۔ اور ان کی بڑی تعداد شہروں کے تعلیمی ماحول سے پسماندہ دیہاتی ماحول میں فروخت ہوتی ہیں۔

تعلیم بالغاں کے سابقہ تجربوں سے یہ بات منظرِ عام پر آئی ہے کہ بڑی عمر کے لوگ اس کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ لیکن انہیں اگر ناظرہ قرآن کریم اور دینی کتب پڑھنے کی ترغیب دی جائے تو وہ بہت جلد اس طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ نیز قرآنی تعلیمات کے لئے باقاعدہ درسگاہوں کی تعمیر کی بجائے مساجد ہمارا مسئلہ بڑی حد تک حل کر سکتی ہیں۔

چنانچہ ان فطری بنیادوں کے وجود سے فائدہ اٹھا کر بہت جلد ہم اپنی قوم کو تعلیم یافتہ اقوام کی صف میں کھڑا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم سنجیدگی سے اپنے ذرائع ابلاغ، دانشوروں، علماء اور تعلیمی اداروں کے ذریعے "قرآن پڑھو" تحریک کا اعلان کر دیں تو ہم نہایت سہولت کے ساتھ اپنی شرح خواندگی جلد از جلد بڑھا سکتے ہیں اور اس کے لئے ہمیں بیرونی قرضوں کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔

(جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب پشاور)

علامہ افغانیؒ کے علوم و معارف کے ضبط و اشاعت کا اہتمام اور تحریک

علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جس سطح کی تھی اور ظاہری و باطنی کمالات سے مالامال تھی اس کا ادراک آپ جیسے روشن ضمیر اور حضرت موصوفؒ سے قربت و تعلق رکھنے والے حضرات کو بخوبی ہے اور آپ سے زیادہ یہ کون جانتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اب ہمیں اور آپ کو کیا کرنا چاہیئے تاکہ اس سے ان کی رُوحِ مُبارکہ بھی خوش ہو اور ہم پسماندگان، اولادِ صلبی، شاگردانِ رشید، خلفائے کرام اور احبابِ خاص سب کسی حد تک اپنے اپنے فرائض سے عہدہ برآ بھی ہو سکیں گے۔

اِس سلسلہ میں حضرت علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے چند خاص معتمدین قریبی حضرات سے مشورہ کے بعد طے پایا ہے کہ انشاء اللہ العزیز عید الفطر ۱۴۰۳ھ کے فوراً بعد پورے ملک سے حضرتؒ کے احبابِ خاص اور خلفاء و تلامیذ کو اکٹھا کر کے اس کارِ خیر کا باقاعدہ افتتاح کیا جائے۔ لیکن اس کارِ خیر کی نوعیت کیا ہو؟ اس کی اُٹھان کیسی ہو؟ کن کن شعبوں میں کس طرح کا کام شروع کیا جائے اور کس طرح ان کے علوم و معارف نیز ان کی اصلاحی کوششوں کو مزید آگے بڑھایا جا سکے؟

بس ان ہی مقاصد کے پیشِ نظر آپ کی خدمت میں عریضہ ہذا ارسال کرنے کا شرف پا رہا ہوں کہ آپ خط ملنے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنے گرانقدر مشوروں اور مفید خیالات سے بندہ کو بذریعہ جوابی خط مطلع فرماویں اور اس کارِ خیر کی بنیاد رکھنے والوں میں آپ بھی شامل ہو کر شکریہ کا موقع دیں اور رہتی دنیا تک اس کا ثواب بھی حاصل کریں۔

بندہ کے ذہن میں ابتدائی خاکہ کچھ یوں ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں کی نوعیت کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک شعبہ تو تعلیم وارشاد سے متعلق ہونا چاہیئے جس میں حضرتؒ کی علمی و روحانی تصانیفِ مبارکہ شائع ہوں، ان کی زندگی پر تحقیقی کام کیا جائے اور ساتھ ہی آپ کے خلفاء و تلامذہ کے آپس میں ربط و تعلق کا انتظام ہو، جبکہ دوسرا بنیادی شعبہ اپنے علاقہ میں بالخصوص اور پورے ملک میں بالعموم ایک ایسی اصلاحی تحریک کا پا کرنا ہے جس میں غیر شرعی امور و معاملات سے اجتناب کے ساتھ ساتھ مثبت و تعمیری انداز میں اصلاح و تربیت کا کام بھی ہو اور مقامی نوعیت کے جھگڑوں میں اصلاح و ثالثی اور صلح و صفائی کو شرعی اصولوں کے مطابق رواج دیا جائے، ساتھ ہی لوگوں کو غلط قسم کے رسم و رواج کے بندھنوں سے آزاد کر کے سادگی اور قناعت سے اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کا ذوق و شوق پیدا کیا جائے۔ انہی وجوہات کی بنا پر بندہ نے خصوصی احباب سے ابتدائی مشوروں کے بعد اس کا نام "تحریک علامہ افغانی" تجویز کیا ہے، آپ اس نام کے بارے میں بھی اپنی گرانقدر رائے سے ضرور مشرف فرمائیں۔

میں امید رکھتا ہوں کہ آپ باوجود اپنی مصروفیات و مشاغل کے حضرت علامہ افغانیؒ سے اپنے گہرے تعلق و محبت کی وجہ سے ضرور کچھ وقت نکال کر پہلی فرصت میں درج ذیل پتہ پر اپنے عالی قدر خیالات اور مشوروں سے نوازیں گے تاکہ اس کی روشنی میں کام آگے بڑھایا جاسکے، اور خصوصاً اغراض و مقاصد نیز نام کے بارے میں اپنی گرانقدر رائے ضرور لکھیں۔

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ بطفیل حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سارا کام بطریق احسن آگے بڑھے اور ظاہری و باطنی سعادت و خیر کا ذریعہ بنے تاکہ حضرت علامہ افغانی قدس سرہ کے علوِ درجات کا ذریعہ بھی بنے اور ہم سب کی سعادت و مسرتِ دارین کا بھی۔

والسلام مع الاکرام

محمد داؤد جان افغانی (کنوینر تحریک) ترنگزئی ضلع چارسدہ (سرحد)

الحق کے مضامین اور قارئین کی دلچسپی

● الحق باقاعدگی سے مل رہا ہے اور سب سے پہلے اسے پڑھتا ہوں اور اس سے فراغت پا کر پھر کہیں دوسرے رسائل پڑھ لیتا ہوں۔ الحق کا معیارِ صحافت بلند کر دیا گیا ہے۔ اللّٰھم زد فزد

الحق کی ترتیب مضامین بزرگانِ دین کی علمی آراء سے مزین ہے۔ اس دفعہ خوست کی فتح کے بعد پانچ افراد کا دورہ اور پھر مولانا جلال الدین حقانی صاحب کے سوال و جواب کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ترتیب دیا گیا ہے۔ فوجی اعتبار سے خوست کی اہمیت اور مجاہدین کی کامیابی پر دل خوشی سے نہیں سنبھلتا، گویا تمام قارئینِ الحق یہ سمجھتے ہونگے کہ اس مفتوحہ علاقہ کا دورہ ہم بھی کرتے، ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ خداوندکریم افغانستان کو مجاہدین کے قبضہ میں جلد از جلد لائے تاکہ روسی استعمار کا خاتمہ اس مقدس سرزمین سے ہو جائے اور ہم اپنی زندگی میں اس تاریخی کامیابی کو دیکھ لیں۔ آمین

مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کا عالمِ اسلام پر ماتم اور اس کی گرتی ہوئی ساکھ دردانگیز ہے اور ہر حساس مسلمان کے دل میں اس کا دکھ اور درد ہے۔ یہ درحقیقت حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا ایک حصہ ہے لایبقی من الاسلام الا اسمہ ومن القرآن الا رسمہ۔ مسلمانوں میں جوہرِ ایمان ختم ہونے کے بعد نام کے مسلمان رہ گئے ہیں تو اب چاروں طرف ظلم و جور کی چکی میں پسے جا رہے ہیں۔

(مولانا) سعد الدین، مردان

● الحق کے گذشتہ شمارہ میں متعہ کے بارے میں آپ کا ترتیب دیا ہوا مضمون پڑھا، بہت معلوماتی مضمون ہے۔ اسی طرح کا ایک اور معلوماتی مضمون "شرعی پابندیوں" کے بارے میں بھی لکھیں ـــ اداریہ خاص طور پر پڑھتا ہوں۔ اندازِ بیان اور طرزِ تحریر بہت پیارا ہے ـــ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ (اصغر حسن، نوشہرہ)

● فتح خوست کے چشم دید مناظر مولانا عبدالقیوم حقانی کی تحریر میں پڑھے، خدا کرے کہ واقعۃً بھی یہ مرحلہ جہادِ افغانستان کیلئے بدر کی طرح اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا پیش خیمہ ہو ـــ میری طرف سے آپ کو، آپ کے دارالعلوم کو اور تمام حقانی برادری کو ہدیۂ تبریک پیش خدمت ہے کہ اس میں آپ کا بنیادی حصہ ہے۔ واقعۃً دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا "دارالعلوم دیوبند" ثابت ہو رہا ہے۔ جس طرح دیوبند کے جیالوں نے انگریزی سامراج کے خلاف جہاد کیا دارالعلوم حقانیہ کے روحانی فرزندوں نے روسی سامراج اور سوشلسٹ استعمار کے خلاف ایسا بند باندھا اور اتنا کام کیا کہ صدیوں مسلمان اس پر فخر کرتے رہیں گے۔ امید ہے کہ الحق میں حسبِ معمول خصوصیت کے ساتھ جہادِ افغانستان پر لکھا جاتا رہے گا۔

والسلام: محمد صفی اللہ فتح پوری

مولانا مفتی محمد سعید صاحب سراجی۔ رحیم یار خان

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ
تذکرہ و سوانح اور تعلیمات

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہفتہ کی شب کو مغرب کے بعد ۱۲۴۴ھ میں کلاچی ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قصبہ لونی میں ہوئی۔ جب سن تمیز کو پہنچے تو آپ کے والد ماجد نے جو نہایت صالح بزرگ تھے آپ کو تحصیل علوم دینیہ کے واسطے گھر سے رخصت کیا۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد اہل اللہ کی محبت آپ کے دل میں جاگزیں ہوئی۔ جستجو اور تلاش کے بعد آپ حضرت قبلہ اسرار العارفین حضرت خواجہ حاجی دوست محمد صاحب قندھاریؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال دو ماہ اور ۱۳ روز ہے۔

بیعت کے بعد سے تمام عمر شیخ کی خدمت میں رہے آپ کو اپنے پیر و مرشد سے ایک والہانہ محبت تھی ہر وقت اپنے شیخ کی خدمت کا خیال دامن گیر رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بارہا خانقاہ موسیٰ زئی کے کاموں کے واسطے بوقت صبح ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لاتے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مرضی کے مطابق تمام کام سرانجام دے کر واپس خانقاہ پہنچ جاتے۔ موسیٰ زئی اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کا فاصلہ تقریباً ۷۰ کلومیٹر ہے۔ غلبہ جذب اور شدت ذوق و شوق کی وجہ سے کسی بھی تکلیف کا احساس نہ ہوتا تھا۔ اکثر خراسان اور ہندوستان کے سفر میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر فیوضات حاصل کرتے رہے۔ اگرچہ حاجی صاحب کے خلفاء اور بھی تھے مگر پیر و مرشد کے ساتھ آپ کو بے حد قلبی محبت اور باطنی لگاؤ تھا۔ علاج معالجہ میں بھی آپ پیش پیش رہتے تھے۔ غرض حتی المقدور اپنے شیخ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

بیعت ہونے سے پہلے ظاہری علم کی تکمیل کر چکے تھے۔ لیکن بیعت ہونے کے بعد علم حدیث، علم اخلاق، علم سیر و علم تصوف کی سند اپنے پیر و مرشد سے حاصل کی۔ نقشبندیہ، مجددیہ، قادریہ، اور چشتیہ وغیرہ کا مکمل سلوک اپنے شیخ سے حاصل کر کے اجازت کُلی سے مشرف ہوئے۔

جب حاجی دوست محمد صاحب قندھاری کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے جناب خواجہ حاجی محمد عثمان دامانیؒ

کو بلا کر اپنا خلیفہ و نائب مقرر کیا۔ خانقاہ شریف موسیٰ زئی۔ خانقاہ شریف دہلی اور خانقاہ خراسان حضرت خواجہ محمد عثمان کی تولیت میں دے دی۔

اپنے شیخ کی وفات کے بعد آپ مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ تین سال بعد چند احباب کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کا اس قدر غلبہ ہوا کہ در و دیوار سے محبوب کی صورت کا مشاہدہ ہونے لگا۔ کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تاکہ معدہ خالی رہے اور اس طرح دیار حبیب کی چپہ چپہ زمین کا ادب و احترام قائم رہ سکے۔ اسی حالت میں تقریباً اس پاک و مقدس سرزمین پر گیارہ روز تک قیام فرمایا۔

تبلیغ۔ اس مبارک سفر کے بعد تبلیغ کی کوشش میں کمر بستہ ہوگئے۔ تبلیغ کی خاطر جگہ جگہ کا سفر کیا۔ خراسان داماں اور مختلف شہروں اور مقامات کے لوگوں کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ آپ سنت اور ظاہری شریعت کی متابعت پر بہت زور دیتے۔ چنانچہ آپ کے جتنے خدام تھے وہ سب کے سب اپنے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے حتیٰ کہ تمام امور میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اور نصیحت کرتے کہ دوستو اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر و اذکار سے کبھی غفلت نہ کرو بلکہ تمہارا ایک سانس بھی غفلت میں گذرنے نہ پائے یہ شعر بار بار زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے ۔

ذکر کن ذکر تا ترا جان است
پاکی دل ز ذکر رحمٰن است

یعنی جب تک جان میں جان ہے مدام اللہ کا ذکر کرتا رہ کیونکہ اللہ ہی کے ذکر سے دل پاک و صاف ہوتا ہے۔

خانقاہ عالیہ کا خرچ توکل پر

خانقاہ عالیہ کے خرچ اخراجات کے لئے کوئی ظاہر ذریعہ نہ تھا لیکن پھر بھی خانقاہ شریف میں چالیس پچاس آدمی مستقل رہائش رکھتے تھے اور اتنے ہی آدمی آتے جاتے رہتے تھے سالانہ جلسہ کے ایام میں مخصوص اوقات میں مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کبھی خرچ میں کمی کی شکایت پیدا نہ ہوئی ان حالات کے پیش نظر بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ یا تو کیمیا گر ہیں یا آپ کے پاس دست غیب کا کوئی عمل ہے۔ مگر یہ سب کچھ محض فضل رب تھا۔ کبھی کسی امیر سے نذرانہ قبول نہیں کیا۔ لنگر کا تمام خرچ اللہ کے توکل پر چلتا تھا۔

ایک دفعہ کڑی افغاناں قوم تو خی لٹک کے لوگوں نے متفقہ طور پر مل کر عرض کی کہ حضور لنگر کے خرچ کے لئے ایک کاریز اور زمین جو کہ ہم لوگوں کی ملکیت ہے حضور کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی قیمت تقریباً دس ہزار روپیہ ہے جس کی سالانہ آمدنی دو ہزار ہے۔ آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے قبول کرنے

سے انکار کر دیا اور فرمایا ؎

دوست ما را زر دہد منت نہد

رزاق ما رزق بے منت دہد

عجز و انکساری حالانکہ آپ کے ہزاروں مرید تھے لیکن کبھی پیری یا شیخی کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپ کو اپنے شیخ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کی خانقاہ شریف کا خادم بتانے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ کسرِ نفسی کا یہ عالم تھا کہ کبھی فتویٰ وغیرہ نہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے میں تو درویش ہوں فتویٰ دینا مفتیوں کا کام ہے حالانکہ آپ عالم باعمل تھے اور آپ کا کتب خانہ اتنا بڑا تھا کہ اس قدر کتابیں پنجاب اور ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں موجود نہ تھیں۔ جو لوگ آپ سے دعا کے طالب ہوتے، آپ بھی ان سے اپنے اور اپنے صاحبزادے کے لئے دعائیں طلب فرماتے۔

وصال سے چند سال پیشتر کی حالت وصال سے پانچ سال پہلے احباب، درویشوں اور عزیز و اقارب سے تعلق قطع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ فرماتے تھے اب تو یہ دل چاہتا ہے کہ گوشۂ تنہائی اختیار کر لوں۔ میرا اب آخری وقت ہے لیکن کیا کیا جائے لوگ دور دراز کا سفر طے کر کے باطنی فیض کے لئے فقیر کے پاس آتے ہیں لہٰذا تنہائی اختیار کرنا میرے لئے مناسب نہیں۔ کبھی کبھار فرماتے بس میری حالت تو ایسی ہے کہ قبر کے کنارے اور لحد میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہوں۔

نصائح ۔ وصال سے ایک سال پیشتر قرب و جوار سے آنے جانے والوں کو مختلف قسم کی نصیحتیں فرماتے:۔

اے دوستو! اس ملاقات کو آخری ملاقات خیال کریں۔ پھر شاید ملنا ہو یا نہ۔ یہ عارضی زندگی بہت قیمتی ہے اس کو غفلت میں نہ گذارو ہمیشہ اللہ کے ذکر اذکار میں مشغول رہو اور مولیٰ کی یاد میں ہمہ تن مصروف رہو۔ پس ظاہری و باطن کا فائدہ اسی میں ہے۔ بندہ کا کام بندگی کرنا ہے۔ خبردار غفلت میں کوئی لمحہ بھی گذرنے نہ پائے ورنہ آخرت میں پچھتانا پڑے گا۔ اور یاس و ناامیدی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ملا نیازی صاحب کو جو بہت عمر رسیدہ تھے نصیحت فرمائی کہ میری حالت پر غور کرو اور عبرت حاصل کرو دیکھو آخرت کے غم کو دل سے نہ بھلانا اور اس لمبے سفر کے لئے کچھ نہ کچھ توشہ ضرور جمع کرنا۔

شیخ شہزادہ صاحب کو فرمایا:۔ دیکھئے میری حالت کا پہلے سے مقابلہ کیجئے۔ یہاں کی میری وہ تیز رفتاری کہاں گئی میری خوش بیانی اور خوش کلامی آہ کدھر ہے۔ میری طاقت جسمانی اور میری فہم معانی کہاں ہے میری قوت و حواس جاتی۔ خبردار خبردار میری حالت زار سے عبرت حاصل کرو

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ منگل کے روز بوقت اشراق حضرت نے اس دار فانی سے جہان جاودانی کا سفر اختیار کیا۔ اور اپنے جان نثاروں کو بے کسی اور بے لبسی کے عالم میں چھوڑ گئے ۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

وفات کے وقت تمام وجود مبارک سے ذکر جاری تھا۔ آخری سانس کے ساتھ کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ زبان مبارک سے نکلا۔ آپ کے وصال پُرملال پر دوست احباب پر جو رنج والم کا عالم طاری تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے کسی پر جذب کی حالت طاری تھی تو کسی پر سکتہ کا عالم۔ کوئی گریہ وزاری کر رہا تھا تو کوئی دل تھامے ہوئے دم بخود تھا۔ کوئی اللہ ہو کے نعرے لگا رہا تھا کوئی حق حق کہے۔

کسی کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ میرے خواجہ میرے ہادی، میرے شیخ، میرے آقاہ

آہ! اب وہ صحبت کہاں۔ کسی گوشہ سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ صبر کرو۔ کلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت

در دلم بود کہ ہرگز نہ شوم از تو جدا
چہ کنم چارہ ندارم کہ خدا کرد جدا

ذیل میں حضرت کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں۔

- لوگوں کی غلط رسموں خوشی بیاہ پر فضول خرچی جیسا کہ رواج ہے پرہیز کرنا چاہیئے۔
- سوال جلی سے سوال خفی بدتر ہے۔ سوال جلی سے نفس ذلیل ہوتا ہے اور سوال خفی میں نفس بدستور فخر و غرور میں مبتلا رہتا ہے بلکہ الٹا احسان مسئول علیہ پر جتاتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں نام نہاد پیر صاحبان جو بظاہر لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اصل میں ان کی غرض دوسری ہوتی ہے۔
- نیت کی باگ ہاتھ سے نہ دے یعنی اپنے پیر و مرشد پر یقین محکم اور شیخ کا رابطہ اور تصور محکم پکڑے تو تب حقیقی مقصد پر فائز ہو گا۔
- تاریک رات کو ذکر و فکر کے ساتھ زندہ رکھ۔ حدیث شریف میں نیند کی جگہ قبر ہے۔
- خطرات وسوسوں کے ہجوم سے دل تنگ نہ ہوں۔ ذکر کے ساتھ شغل رکھیں وساوس اور خطرات کے دفعیہ کے لئے استغفار کثرت سے کیا کریں۔

بقیہ ارکان کے مسلمان ص ۵۹ سے میں اپنی اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داریاں پوری کریں۔ اور ارکان برما میں اسلامی جہاد کے لئے قائم شدہ تنظیموں کا جائزہ لینے کے بعد ان کا ہر طرح سے تعاون کریں اس لئے کہ آج تک یہ تنظیمیں مالی، سیاسی اور اخلاقی تعاون نہ ملنے کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکیں ان کی فریاد پر نہیں تو احکام خداوندی کے تحت بھی آپ حضرات پر ان مظلوموں (مسلمانوں) کی مدد کرنا ضروری ہو جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے ہو جو فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا فرما دے۔" (النساء ۷۵)

روح افزا
PAKISTAN
مقدار سب سے زیادہ
750
ملی لیٹر
معیار میں بھی
اور مقدار میں بھی
سب سے بڑھ کر
رُوح افزا
اپنی خوشبو، ذائقے، رنگ اور تاثیر کی
وجہ سے معیار میں بے مثال ہے
اور اس کی ہر بوتل میں دوسرے شربتوں
کے مقابلے میں ۲۵ سے ۷۰ ملی لیٹر
شربت بھی زیادہ ہوتا ہے...
... عام شربت نہیں۔ "رُوح افزا"
یہی نہیں، اپنے خالص اجزا کی وجہ سے
رُوح افزا شہد کی طرح گاڑھا ہے۔
زیادہ مقدار اور گاڑھے قوام کی وجہ سے
آپ رُوح افزا کی ایک بوتل سے
دوسرے شربتوں کے مقابلے میں
رُوح افزا کے زیادہ گلاس تیار کرتے ہیں
اور ہر گلاس میں خوبیاں یکساں...
رُوح افزا کی خوبیاں۔
ہر بوتل میں ۷۵۰ ملی لیٹر رُوح افزا
HAMDARD FRUIT PRODUCTS
HFP
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد دواخانہ (وقف) کراچی
رنگ، خوشبو، ذائقے،
تاثیر اور معیار میں بے مثال
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
ہمدرد

جناب محمد سعید صاحب (برما)

عالم اسلام

اراکان کے مظلوم مسلمان

ملک برما کا صوبہ "اراکان" کے نام سے تو شاید دنیا واقف ہے لیکن اس ترقی یافتہ ایٹمی دور میں اراکان کے باشندے خصوصاً وہاں کے مسلمان جن مصائب و آلام اور غیر انسانی تشدد و پابندیوں کے تحت زندگی کے ایام گذار رہے ہیں آج کی مہذب دنیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ آج اگر کوئی چنگیز خان، اور ہلاکو سے زیادہ ظلم و بربریت اور لاقانونیت دیکھنا چاہے تو دنیا میں اس کا سب سے بڑا مرکز اراکان ہے۔ اراکان کا چپہ چپہ ایسے دلسوز سبق آموز خونیں حقائق سے بھرا پڑا ہے اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود آج حیوانات جیسے حقوق بھی وہاں کے مسلم باشندوں کو حاصل نہیں کیونکہ حیوانات بھی چلنے پھرنے میں آزاد ہیں مگر صوبہ اراکان کے مسلمان باشندوں کا پورے ملک کا تو کیا، اراکان کے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں اجازت نامہ حاصل کئے بغیر جانا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اراکانی مسلمانوں کا پاسپورٹ کے ذریعہ ملک سے باہر جانا ناممکن ہے۔ اِکّا دُکّا کوئی مخصوص فرد پاسپورٹ حاصل کرتا ہے تو وہ بھاری رشوت اور اعلیٰ سفارش کی بدولت ہی ممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی غیر ملکی انسان کا صوبہ اراکان میں جانا ممکن نہیں ہے۔ یہاں تک کہ انسانی فلاح و بہبود کے لئے دنیا میں قائم عالمی تنظیموں کے نمائندے، سیاحوں، اخباری رپورٹروں اور صحافیوں تک کا داخلہ اراکان میں ممنوع ہے۔

یہ ممانعت اس لئے کہ حکومت برما کو ڈر ہے کہ ربع صدی سے زائد عرصہ سے ہر قسم کی نشر و اشاعت تقریر و تحریر اور آمد و رفت کی پابندی کے ذریعے جو اس نے اراکان کے حالات سے دنیا کو بے خبر رکھا ہوا ہے۔ کہیں دنیا ان وحشیانہ مظالم اور مسلم کش خونیں سرگذشت سے واقف نہ ہو جائے۔ ان کو ڈر ہے کہ کہیں دنیا والوں کے سامنے ان کی انسان دوستی اور مذہبی آزادی کے جھوٹے دعوے اور پروپیگنڈے ظاہر نہ ہو جائیں۔ ان کو ڈر ہے کہ کہیں مسلمانوں کی زمینوں اور باغات کو بلا معاوضہ بدھسٹوں کو بسانے اور مسلم عبادت گاہوں کے لئے وقف کردہ زمینوں پر بدھسٹ عبادت گاہوں کی تعمیرات کی حقیقت

آشکارا نہ ہو جائے۔ انہیں ڈر ہے کہ دنیا دیکھ نہ لے کہ بلا معاوضہ غریبوں سے قلی گری کا کام آج کی مہذب دنیا میں کس ظالمانہ انداز میں لیا جاتا ہے۔ ان کو ڈر ہے کہ مسلمانوں کی مال و دولت اور عزت و عصمت جو ظالم حکومت اور اس کے کارندے مال غنیمت کی طرح لوٹتے آرہے ہیں، دنیا اس سے آگاہ نہ ہو جائے ان کو ڈر ہے کہ مسلمانوں کی دکانیں لوٹنے تجارت میں مشکلات پیدا کرنے اور مسلمانوں کو تعلیم و تربیت میں پسماندہ رکھنے کی جو پالیسیاں اپنائی ہوئی ہیں دنیا ان کا مشاہدہ نہ کرلے۔ ان کو ڈر ہے کہ مسجد و مدارس کو شہید اور مرمت وغیرہ سے روکنے کے گھناؤنے جرائم سے دنیا باخبر نہ ہو جائے۔ انہیں ڈر ہے کہ خوراک کی مصنوعی قلت پیدا کرکے جبری خودکشی کے ناپاک منصوبے سے پردہ اٹھ نہ جائے۔

یہ تو تھی اراکانی مسلمانوں پر روا مظالم کی داستانِ حقائق۔ مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ انسانی حقوق اور فلاح و بہبود کے نام پر قائم بے شمار عالمی تنظیمیں اراکان کے لاکھوں انسانوں کو یرغمال بنا کر اس قدر مسلسل مظالم جاری رکھنے پر بھی نہ معلوم اب تک کیوں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ عالمی پریس اور نشریاتی ادارے اتنے بڑے خطے اور اس میں آباد لاکھوں کی آبادی سے بے خبر کیوں ہیں؟

عالمی پریس اور تمام نشریاتی اداروں، رسالوں، اخباروں، ڈائجسٹوں، میگزینوں اور انسان دوست صحافیوں سے اراکان کے مظلوم باشندوں کی اپیل ہے کہ آپ جہاں اپنے اعلیٰ فرائض منصبی کو ادا کرتے ہوئے گولہ بارود کی چھاؤں میں اپنی جانوں پر کھیلتے ہوئے مظلوموں کا آنکھوں دیکھا حال و حقائق اور دنیا کے کونے کونے کی خبریں اقوام عالم کو پہنچا رہے ہیں وہاں آپ دنیا کی نظروں سے گم کردہ اراکان کی بھی ذرا خبر لیں۔ وہاں کے باشندوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی دل ہلا دینے والی تصویر دنیا کو دکھائیں۔ اراکان کے مسلمانوں کو جو مذبح خانے میں جمع کئے گئے جانوروں کی طرح تہ تیغ کیا جا رہا ہے جس سے دنیا کو بے خبر رکھا گیا ہے اور دنیا بھی اب تک بے خبر بنی ہوئی ہے اس سے پردہ اٹھائیں اس کا بھیانک نقشہ دنیا کو دکھائیں۔

اراکان برما میں مسلمان ہزاروں سال سے آباد ہیں۔ یہ اراکان کی تاریخ سے ثابت ہے اور یہ تاریخ کی کتابیں اکثر و بیشتر غیر مسلم اور خود برمی مورخوں کی تحریر کردہ ہیں۔ اس کے باوجود غیر ملکی ہونے کا محض جھوٹا الزام لگا کر دنیا کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی گئی اور اسی جھوٹ کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو برما کی شہریت سے محروم کرنے کا اعلان کر دیا گیا عالمی انصاف کے ادارے اتنی بڑی ناانصافی و لاقانونیت پر بھی خاموش ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان اداروں کا اور کام ہی کیا ہے؟

دکھی انسانیت کے ہمدردوں اور خصوصاً انصاف پسند صحافی برادری کو چاہئے کہ حکومت برما کی اس سنگین غیر قانونی حرکت پر عالمی ضمیر کو بیدار کریں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹوں میں برمی حکومت کو انسانی

حقوق کی شدید خلاف ورزی کا مرتکب قرار دے دینا کافی نہیں اس سے آج تک نہ ظلم کم ہوا ہے اور نہ مسلمانوں کو غیر ملکی قرار دینے کی من گھڑت قانون شہریت منسوخ ہوا اس کے لئے سزا کے طور پر ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے اقتصادی، سیاسی، قانونی دباؤ ڈال کر اس کو بین الاقوامی قوانین اور اصول کا پابند بنایا جائے۔

اس کے بعد مسلم سربراہوں، عالمی تنظیموں کے ذمہ داروں اور اسلام کے ہمدردوں اور رہنماؤں کی توجہ اراکان کے مظلوم و نہتے مسلمانوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ بدھسٹ اراکان سے مسلمانوں کو قریب نصف صدی سے ختم کرنے کی پالیسی پر عمل کرتے آرہے ہیں۔

چنانچہ ۱۹۴۸ء میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۴۲ء میں بھی مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ۸۰۰۰۰ ہزار نہتے مسلمان شہید کئے گئے، بستیوں کی بستیاں جلادی گئیں اس کے بعد ۱۹۷۸ء میں تین لاکھ سے زائد مسلمان ظلم وستم کی تاب نہ لاتے ہوئے بنگلہ دیش ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس سانحہ میں بھی تیس ہزار افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

یہ بڑے بڑے واقعات ہیں۔ ان کے علاوہ بھی منصوبہ کے تحت گاہ بگاہ مسلمانوں پر مسلح حملے ہوئے جن میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ اراکان برما سے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے تین طرح کی منصوبہ بندی کی گئی ہے اور اس پر باقاعدگی سے عمل جاری ہے۔

۱۔ مسلمانوں پر مذہبی، معاشی، سیاسی غرض ہر لحاظ سے اس قدر مظالم ڈھائے جائیں کہ یہ اراکان (برما) سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں لہٰذا آج ان ناقابل برداشت مظالم سے مجبور ہو کر دس لاکھ تک مسلمان صرف اور صرف جان و ایمان بچانے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر صرف تن کے کپڑوں میں اراکان سے نکل کر مختلف مسلم و غیر مسلم ممالک میں پناہ گزینی کی زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں ان کی مشکلات کی داستان الگ ہے۔

۲۔ وقفے وقفے سے مسلمانوں کو قتل عام کے ذریعہ ختم کرنا چنانچہ اوپر بیان کئے گئے ۱۹۴۸ء، ۱۹۴۲ء اور ۱۹۷۸ء کے واقعات انہی کا حصہ ہے۔

۳۔ بدھسٹ کلچر اپنانے پر مجبور کر کے مسلمانوں کو بدھسٹ قوم میں ضم کرنا، لہٰذا مسلمان جبراً بدھسٹ نام رکھ رہے ہیں، ان کا کلچر اپنا رہے ہیں۔ مذہب سے بالاتر ہو کر شادی بیاہ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی بیٹیاں اغوا کر کے جبراً شادی کی جارہی ہے۔ اس منصوبے کا اثر اتنا برا پڑا کہ بڑے شہروں میں آباد مسلمانوں کا رہن سہن، چال چلن بدھسٹ کلچر سے اس قدر خلط ہو گیا ہے کہ مسلمان کی شناخت مشکل ہے اس تشویشناک صورت حال کے پیش نظر ایک بار پھر برما کے مسلمانوں کا پچاس کے قریب مسلم ممالک کے سربراہوں، عالمی تنظیموں اور مسلم رہنماؤں سے اپیل ہے کہ آپ اراکان کے حالات اور اس کے سنگین نتائج کو نظر انداز نہ کریں۔ اور اس سلسلے

(باقی صفحہ ۵ پر دیکھیں)

شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب

شوال سے دینی مدارس کا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے حسب معمول اب کے بار بھی شروع شوال سے دور دراز علاقوں سے تشنگان علم کے قافلے دار العلوم پہنچنا شروع ہو گئے۔ ذوقِ علم، دار العلوم سے محبت اور یہاں داخلہ و حصولِ تعلیم کے لیے اشتیاق و بیتابی کے مناظر دیدنی تھے۔ اہل دل اور علومِ نبوت کے قدر دانوں اور دین و علم دین کا صحیح ذوق رکھنے والوں کے لیے یہ تسکین خاطر، ازدیاد ایمان اور روحانی مسرتوں کے سبب بنتے رہے۔

۱۲ شوال سے باقاعدہ درجات کے لحاظ سے مرتب کردہ نظام الاوقات کے مطابق نئے آنے والے طلباء سے امتحانات کا سلسلہ جاری رہا۔ داخلہ کے امتحانات دار العلوم دیوبند کے جدید نظام کے مطابق یہاں بھی تحریری طور پر لیے جاتے رہے۔ ایک ہفتہ میں حسب گنجائش مطلوبہ تعداد کا داخلہ مکمل ہو گیا۔ دار الاقامہ، درسگاہوں، اکوڑہ اور اطراف کی مساجد کے علاوہ قرب و جوار میں کرایہ کے مکانات میں بھی طلبہ کو ٹھہرانے کا اہتمام کیا گیا۔ دورۂ حدیث کے لیے ساڑھے تین سو سے زائد درخواستیں موصول ہوئیں اور "پہلے درخواست" اور "پہلے داخلہ" کے اصول پر ڈھائی سو کے قریب طلبہ دورۂ حدیث کی درخواستیں برائے داخلہ منظور کر لی گئیں۔

دار العلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی راہنمائی میں شعبہ تعلیمات کے کارکنوں نے دن رات کام کر کے ہفتوں کے کام کو دنوں میں نمٹایا۔ دار العلوم کے مشائخ اور دیگر اساتذۂ کرام نے اس سلسلہ میں بھرپور دلچسپی سے تعاون کیا ـــــ سال رواں سے تمام درجات میں وفاق المدارس کے نصاب تعلیم کے مطابق درجہ بندی لازم قرار دیدی گئی جس کی وجہ سے بظاہر تمام درجات کے طلبہ کے متاثر ہونے کا اندیشہ بھی ظاہر کیا جاتا رہا مگر خدا تعالیٰ کی دار العلوم کے ساتھ اس کے بانی مرحوم کے خلوص و للّٰہیت اور معاونین و متعلقین کی دعاؤں کے پیش نظر ایک علیحدہ معاملہ اور استثنائی شان رہی۔

اس سال تمام درجات میں طلبہ کے داخلہ کی کثرت اور درسگاہوں کو اپنی تنگ دامنی کی شکایت، داخلہ میں اصولوں کی پابندی اور سختی کے باوجود ہر درجہ میں ریکارڈ تعداد ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک

جدید طلبہ کے داخلہ اور قدیم طلبہ سے متعلق انتظامی امور اور تقسیم کتب کے بعد ۲۳ شوال کو باقاعدگی سے دار الحدیث میں تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی نے ترمذی شریف کا افتتاحی درس دیا۔ دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے تعلیمی سال کے آغاز، دار العلوم کے تعلیمی اور تربیتی طریق کار، اساتذہ وطلبہ اور منتظمین کی ذمہ داریوں سمیت جہاد افغانستان، جہادِ کشمیر، خلیج کی صورتحال اور ملک میں نفاذ شریعت جیسے اہم موضوعات کی شرعی نقطۂ نظر سے توضیح کی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں دار العلوم کے سرپرستوں، معاونین اور اہل خیر سے درس نظامی بالخصوص دورۂ حدیث میں طلبہ کی کثرت اور درسی کتابوں کی قلت کے پیش نظر بھرپور تعاون کی اپیل کی۔ موجودہ صورتحال یہ رہی کہ دورۂ حدیث میں دو طلبہ پر ایک کتاب دی جاتی رہی، جو کسی بھی طالب علم کے لیے اس کی طبعی تسکین اور علمی ضرورت کی تکمیل نہیں قرار دی جاسکتی۔ سردست فوری طور دورۂ حدیث کے طلبہ کے لئے "صحاح ستہ" (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی) کے ایک سو سیٹ کی فوری ضرورت ہے۔ دوسرے درجات میں بھی تقریباً ہر کتاب کے کم و بیش ۵۰ سے ۷۰ تک نسخے مطلوب ہیں جو اہل خیر کے تعاون اور مخلصین و متعلقین کی بھرپور دلچسپی سے پورے کیے جاسکتے ہیں۔

دار العلوم کے شعبۂ حفظ و تجوید کا معاملہ بھی یہی رہا، اس شعبہ میں ایک ہزار سے زائد درخواستیں داخلہ کے لیے موصول ہوئیں۔ تمام خواہشمند محترم اور مخلصین ہیں مگر کیا کیا جائے؟ چنانچہ حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ حکمت و تدبیر سے یہ مسئلہ بھی نپٹاتے رہے۔

تقریب کے آخر میں دار العلوم کے بانی مرحوم، اساتذۂ کرام مرحومین، علماء و صلحاء امت، وابستگان، معاونین، جہاد افغانستان، دینی مدارس اور تمام عالم اسلام کے لیے خصوصیت سے دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔

ضروری اطلاع

گذشتہ شمارہ میں مولانا سید تصدق حسین بخاری صاحب کا مقالہ "اصل دیت کیا ہے؟ سو اونٹ یا دس ہزار درہم؟" چھپا تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب اور مولانا مدرار اللہ مدار نقشبندی کے مضامین بعنوان "اونٹوں کی طرح نقدین بھی اصل دیت ہیں" موصول ہوئے ہیں، بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر اس شمارہ میں شریک اشاعت نہ ہوسکے، انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں نذرِ قارئین کر دیئے جائیں گے۔

(ادارہ)
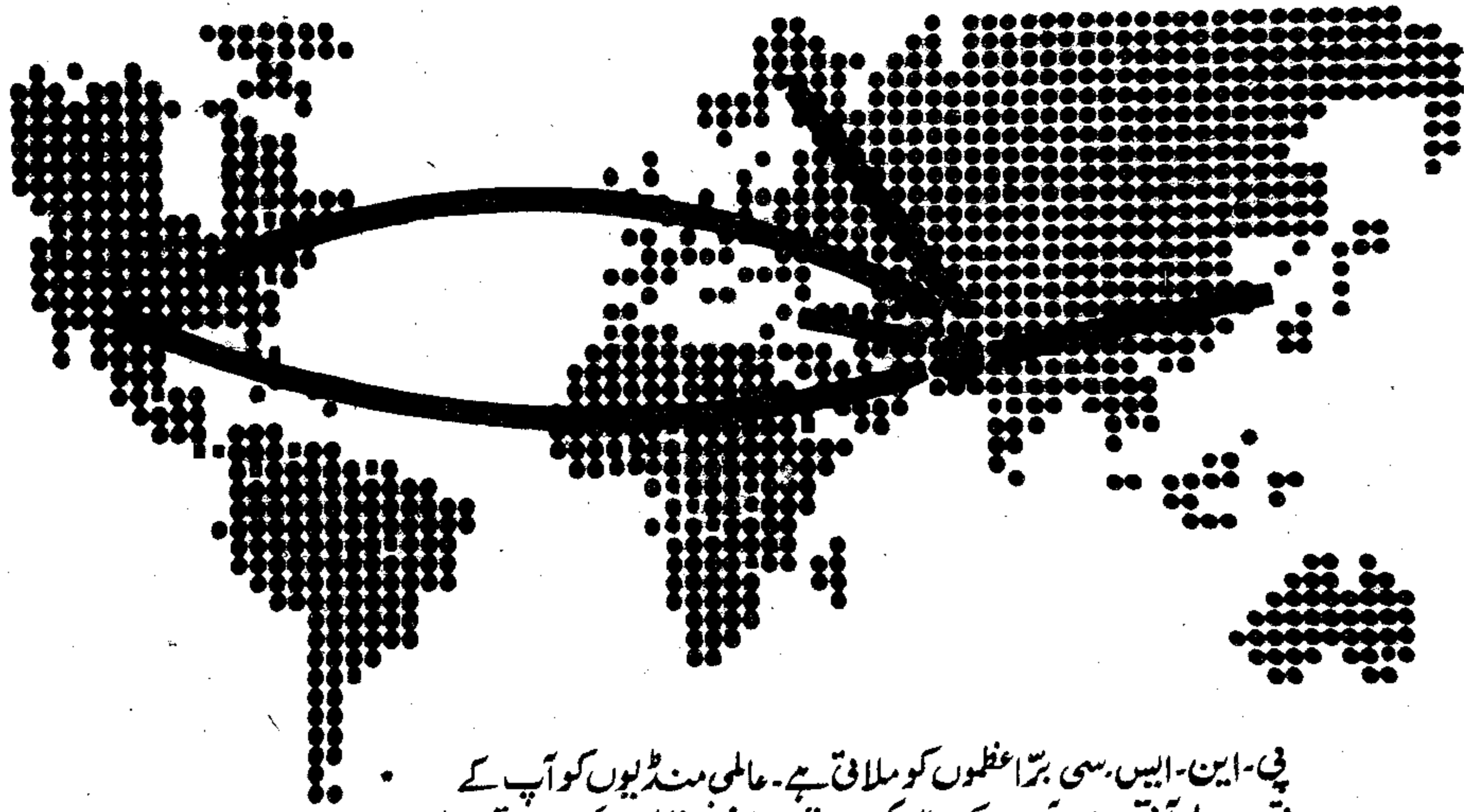
پی-این-ایس-سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔
پی-این-ایس-سی قومی پرچم بردار- پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رَواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شِپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON

مولانا عبدالقیوم حقانی
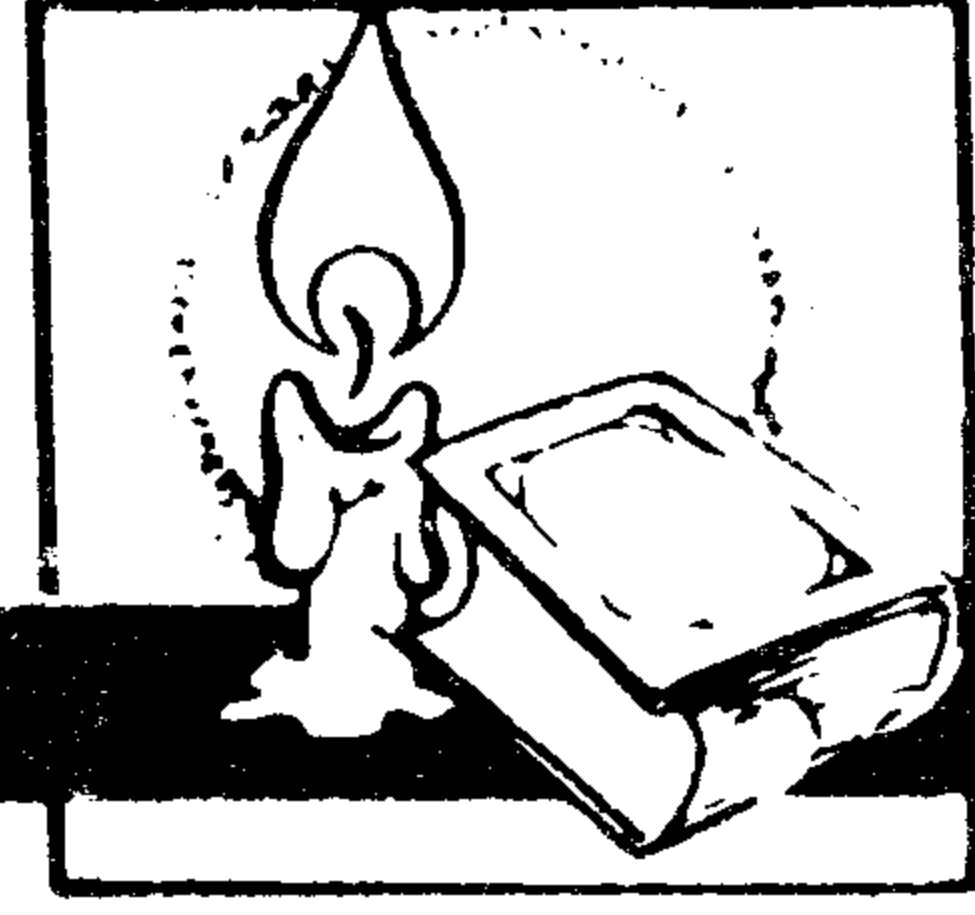
فوز وسعادت کے ایک سو پچاس چراغ | تالیف :- جناب طالب الہاشمی صاحب۔ صفحات: ٦٥٠ ہدیہ ١٢٠/ روپے
پتہ:- اسلامک پبلشرز ١٧- اردو بازار- لاہور

عظیم مورخ اور ملک کے معروف انشا پرداز جناب طالب ہاشمی صاحب ملت اسلامیہ کے ایک بیدار مغز، خوش ذوق اور خوش نصیب فرد ہیں جن کا پیارا قلم کائنات کے پیاروں (صحابہ کرامؓ) کے ماہ وسال مستند مآخذ سے پوری تحقیق جامعیت، خوبصورتی اور تسلسل کے ساتھ اردو کی تاریخ کے دامن میں محفوظ کر رہا ہے اس سے پہلے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آپ کے قلم زیب رقم سے تقریباً چھ صد صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کا تذکرہ بارہ کتابوں کی شکل میں منظر عام پر آچکا ہے جسے ملت کے ہر طبقہ نے ذوق وشوق اور دلچسپی سے پڑھا۔ مصنّف علام نے حال ہی میں درج بالا پیارے نام سے یک صد پچاس صحابہ کرامؓ کے انمول حیات پر پھر ایک خوبصورت ترین کتاب لکھ کر اردو کی اسلامی تاریخ میں ایک زبردست اضافہ کیا۔

مصنف کے قلم سے صحابیات کے موضوع پر کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک مفید رسالہ ہے اور ابتدائیہ کے طور پر "انسانیت کی صحیح گرہ کشائی"، کے عنوان سے عالم اسلام کی عزیز متاع مولانا ابوالحسن علی ندوی کا مختصر مگر اس موضوع پر نہایت جامع قابل قدر اور شاندار مضمون بھی شامل ہے۔ ہاشمی صاحب کی خوش ذوقی کی حد ہے کہ ابتدائے کتاب سے انتہا تک جہاں کہیں کسی صفحہ میں کوئی جگہ خالی ملتی گئی ہاشمی صاحب وہاں چوکھٹے میں باحوالہ کسی مختصر حدیث شریف کا ترجمہ نقل کرتے گئے اس طرح پوری کتاب میں حدیث پاک کا ایک بڑا ذخیرہ بھی جمع ہو گیا بہت سے مقامات پر حاشیہ میں بھی مفید اور ضروری تعلیقات پائے جاتے ہیں۔ غرض کتاب صوری اور معنوی خوبیوں سے لبریز ہے۔ کاغذ اعلیٰ، کتابت عمدہ اور طباعت بہترین ہے اور قیمت بھی معقول ہے۔ (ق ع ح)

"دو قابل قدر تحریریں" | از مولانا قاری قیام الدین الحسینی۔ شائع کردہ۔ مجلس تحفظ ناموس صحابہ، پنڈدادن خان

مذکورہ نام کے اس رسالہ میں ٨ صفحات پر پھیلے ہوئے دو مضامین ہیں ایک محترم قاری قیام الدین الحسینی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دوسرے کی نسبت محترمہ ذکیہ سلطانہ صاحبہ پی ایچ ڈی کراچی کو کی گئی ہے۔ رسالہ کا نام اس پر

صحیح تبصرہ ہے یعنی دونوں تحریریں واقعۃً قابل مطالعہ ہیں ان مضامین کے زیر نظر آنے سے گویا شیعیت کا پورا شناختی کارڈ سامنے آجاتا ہے۔ ابن سبا کے تاریخی دجل فریب کاری اور اسلام دشمنی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ طرز تحریر شستہ رواں اور ایمان افروز ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ فرمایئے اور اس سے پوری کتاب کی افادیت کا اندازہ لگائیں صفحہ ۲۰ پر ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لاہور جیسے مرکزی شہر میں دختر خمینی کا مذکورہ بالا بیان (جس میں اسوہ حسنہ کے دور کو دور جہالت کہا گیا تھا) پڑھ کر جسم پر ایک سکتہ طاری ہوگیا۔ دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا۔ آئینہ قلب پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہوگیا۔ پیشانی احترام و عشق نبی میں عرق آلود ہو گئی۔ سر ندامت و شرمساری کے بارے میں جھک گیا۔ نگاہیں فرط غیرت میں کسی غازی علم الدین کو تلاش کرنے لگیں۔ جسمانی مشینری کے اندر جلال و غضب کی تلاطم خیز موجیں اٹھنے لگیں اور آنا فانا سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو کے جواب میں خلیفہ رسول صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا جلال آمیز سحر انگیز فرمان یا عمر اینقص الدین وانا حیؓ (کیا میرے جیتے جی دین حق میں خلل اندازی کی جائے گی) یاد آگیا اور یہ تمنا ابھری کہ اے کاش اتنی بڑی جسارت پر بھی مذہبی پیشواؤں مسلمان دانشوروں پختہ کار ارباب قلم کی خاموشی کے یہ برے دن آنے سے قبل ہم زمین کے پیٹ میں جا چکے ہوتے۔ (ق ع ح)

اکسیر محبت | تالیف۔ الحاج سرور میواتی۔ صفحات ۲۴۔ ناشران۔ الیائنس انڈسٹریل کوں لمیٹڈ ۴۵/۲ جی ٹی روڈ۔ باغبانپورہ۔ لاہور

جناب الحاج سرور میواتی قابل احترام بزرگ، درد دل سے بہرہ ور شاعر اور صاحب ذوق مداح رسولؐ ہیں ان کی شاعری زیادہ تر توحید، عشق رسولؐ، شان و مدح صحابہ، سلف صالحین کے کارناموں اور اصلاح المسلمین کے لئے وقف ہے۔ اکسیر محبت میں موصوف نے عامۃ المسلمین کی فلاح و اصلاح کے لئے قرآن حکیم کی منتخب آیات اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ایک گلدستہ مرتب کیا ہے۔

کتابت طباعت معیاری اور دیدہ زیب ہے افادہ عام کے لئے مفت تقسیم کیا جا رہا ہے (ع ق ح)

سچے واقعات | مرتب۔ محمد رفیق ایم اے۔ قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ:۔ محمد رفیق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ٹیکسلا۔

بچوں کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک گیارہ مشہور اور اولو العزم پیغمبروں کے واقعات بڑے دلچسپ انداز میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ مارکیٹ میں بچوں کے ادب کے نام پر جو لچر اور لغو قسم کے ناول بیچے جاتے ہیں ان کی بجائے بچوں کو ایسی کتابیں پڑھنے کا عادی بنایا جائے۔ یہ کتاب عام مسلمانوں اور بچوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

معیار کی بلند ترین پرواز
ایم ایف ٹی ایم
کے
فیشن فیبرکس
صبا
شرٹنگ
نایاب
بوسکی
ممتاز
پاپلین
بے مثال
لینن
سوغات
شرٹنگ
شاہکار
لان
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
M 4 80
T.T.L.

بے شک آنے والا وقت تمہارے لئے بہتر ہے اس وقت سے جو گزر چکا
اور بے شک تمہارا رب ایسی نعمتوں سے تم کو نوازے گا جو تم کو خوش کر دینگی۔
یہ الفاظ مبارکہ جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمائے، تمام سچے مسلمانوں کیلئے طمانیت کا پہلو رکھتے ہیں۔
آئیے ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں سر جھکا کر ان رحمتوں کا شکر بجالائیں جو امتِ مسلمہ پر اب سے پہلے ہوتی رہیں اور عہد کریں کہ آئندہ اور زیادہ عنایات کا مستحق بننے کی کوشش کرینگے۔
ایک فریضہ جو ہم پر عائد ہوتا ہے، نظام اسلام کی تعمیر ہے۔
جو بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان میں شکل پذیر ہو رہا ہے۔
نیشنل بینک اس مبارک مہم میں حسبِ توفیق شریک رہے گا۔
نیشنل بینک آف پاکستان
آپ کی خدمت
ھمارا افتخار
PID-I-30/89
UNITED
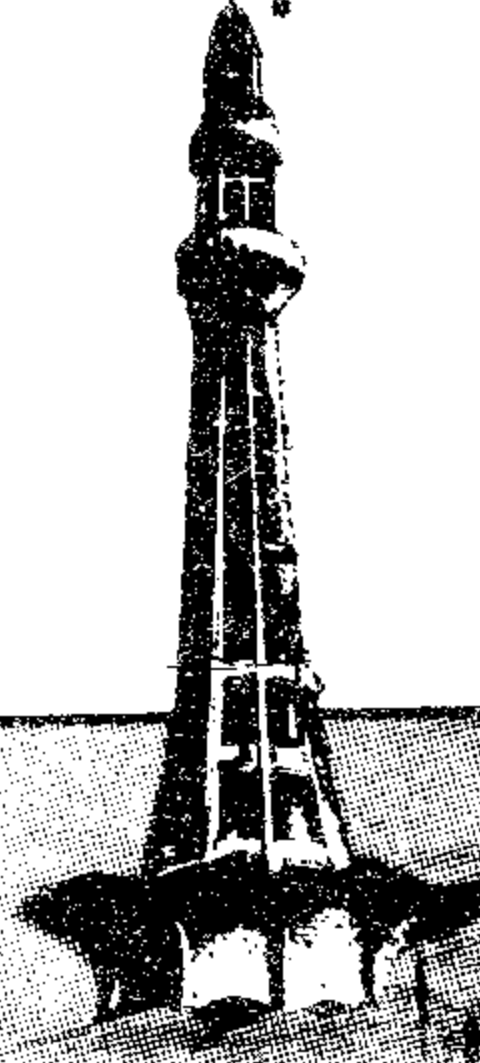
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد
مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا اُن لوگوں کا راستہ
جن پر تو نے انعام فرمایا جو معتوب نہیں ہوئے اور جو
بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔
سورۃ فاتحہ ۴ تا ۷
حبیب بینک لمیٹڈ
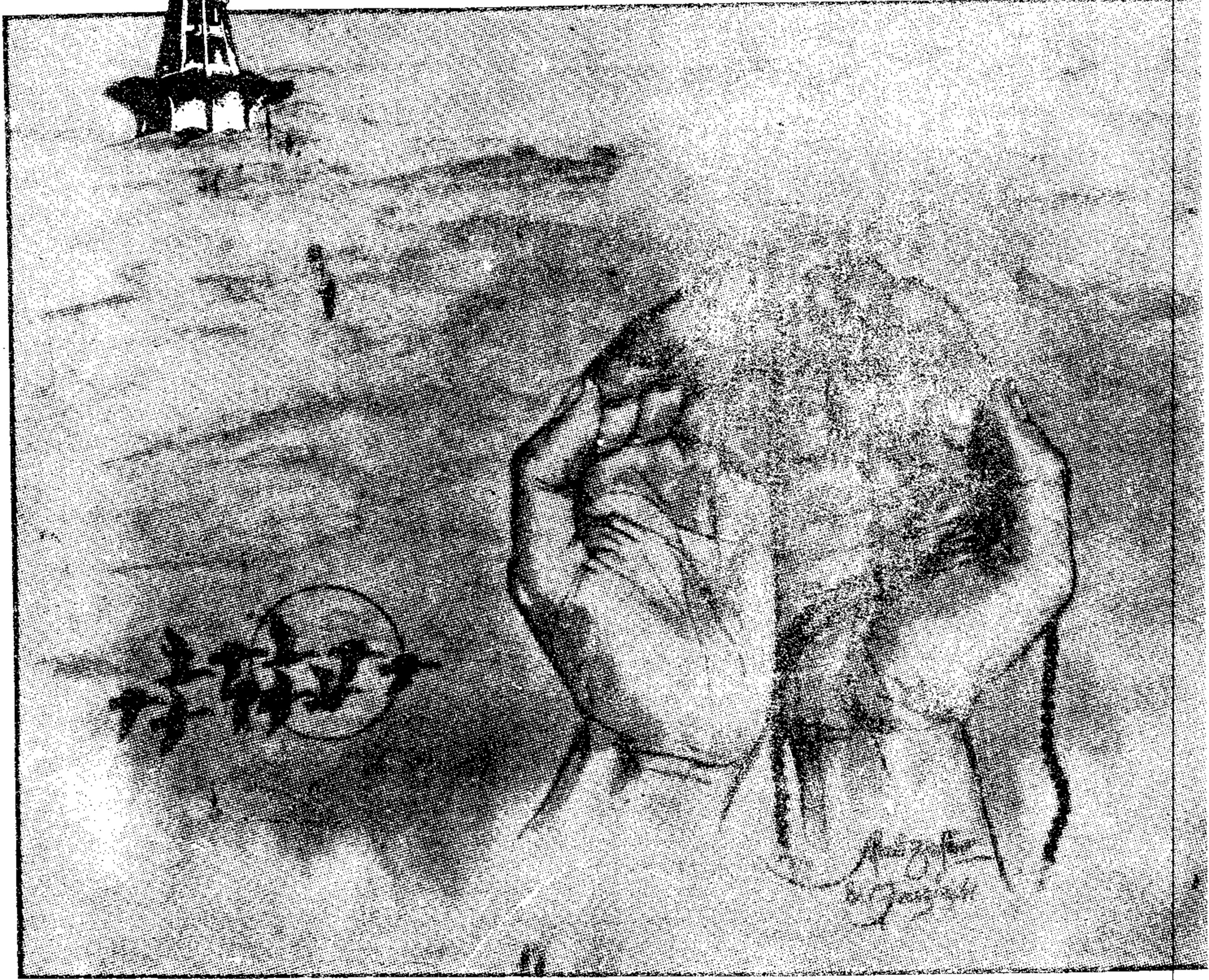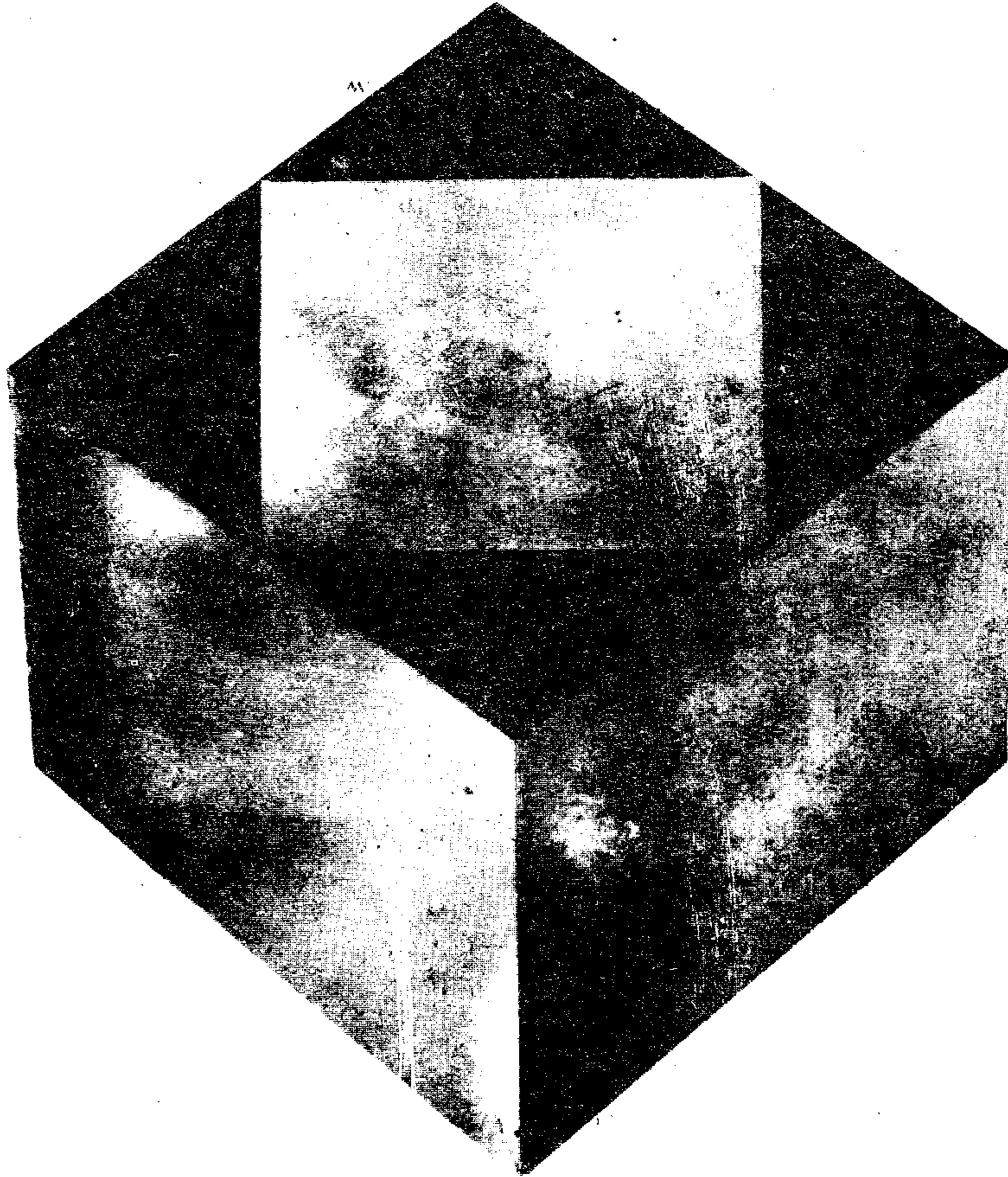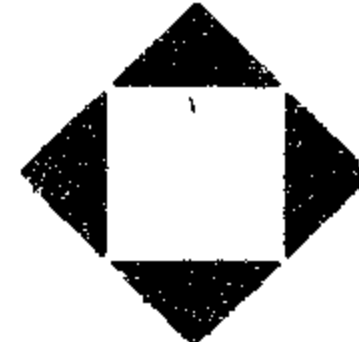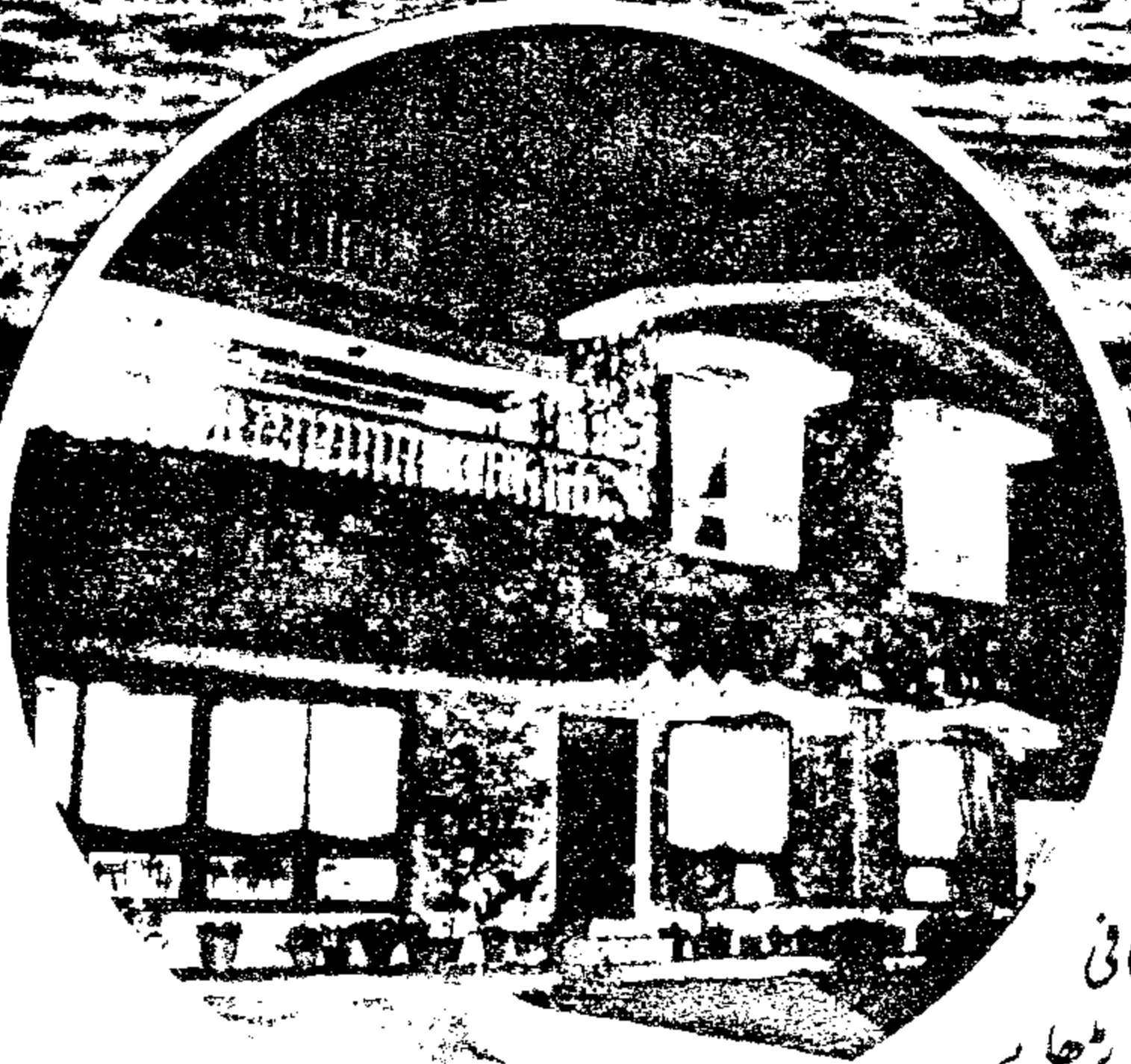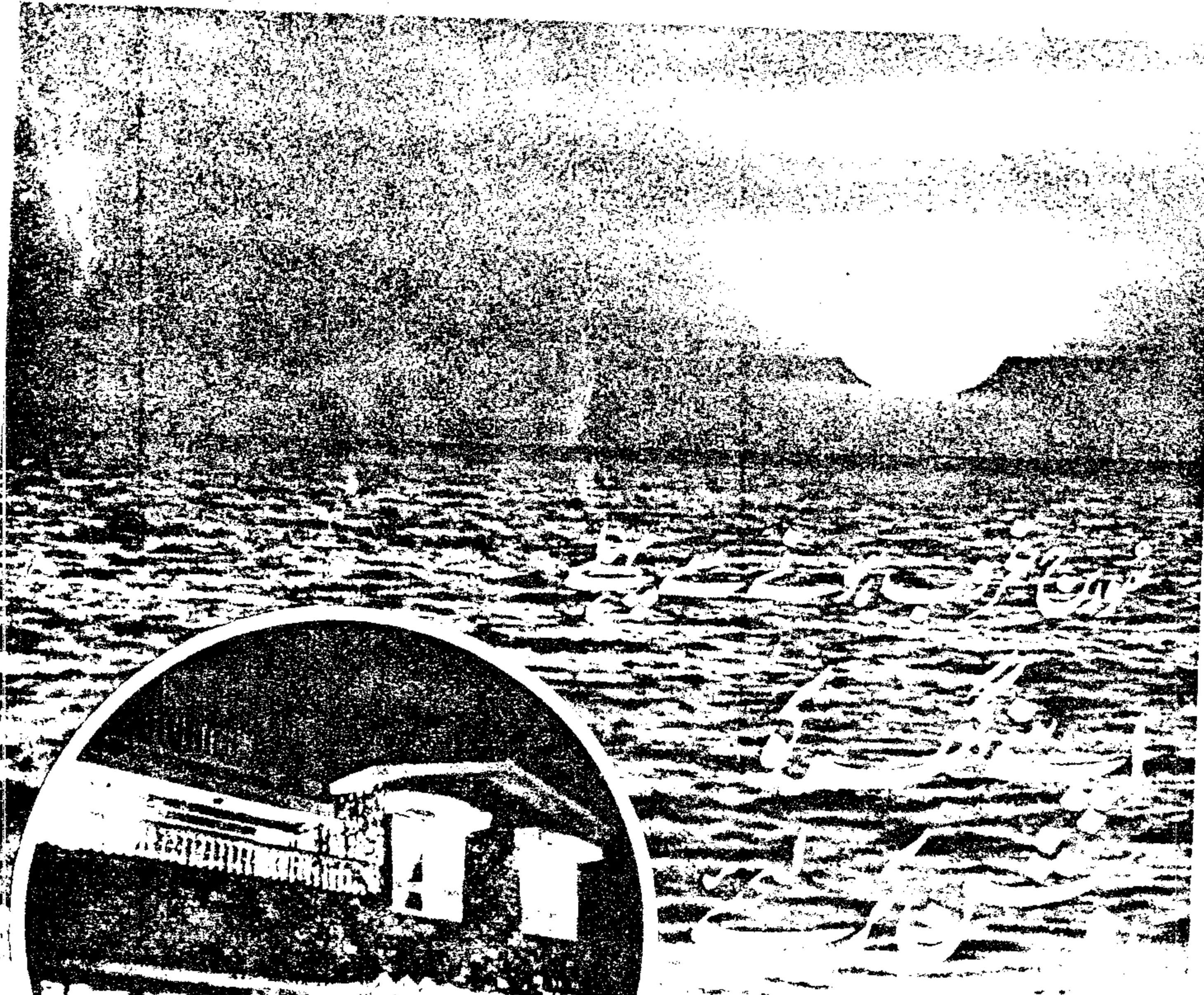
اسی طرح آنے والے وقت کے لئے اپنے
خاندان کا روشن اور خوشحال مستقبل یقینی بنائیے۔
اسٹیٹ لائف کی کثیر الفوائد بیمہ پالیسیاں اور اضافی
معاہدے نہ صرف بچت اور سرمایہ کاری کا ذریعہ ہیں بلکہ بڑھاپے
میں بیمہ کی جمع شدہ رقوم کے حصول، خاندان کیلئے ماہانہ آمدنی بیٹیوں
کی شادی، بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے اخراجات اور حادثاتی موت پر
دگنی رقم کی ادائیگی کی ضمانت ہیں۔
اسٹیٹ لائف کے نمائندے سے ملئے، اپنے اور اپنے خاندان کے
مستقبل کے منصوبوں کی مناسبت سے موزوں بیمہ پالیسی کا انتخاب کیجئے۔
اسٹیٹ لائف
انشورنس کارپوریشن آف پاکستان
United
PID-1-7/91

NATIONAL INVESTMENT (UNIT) TRUST
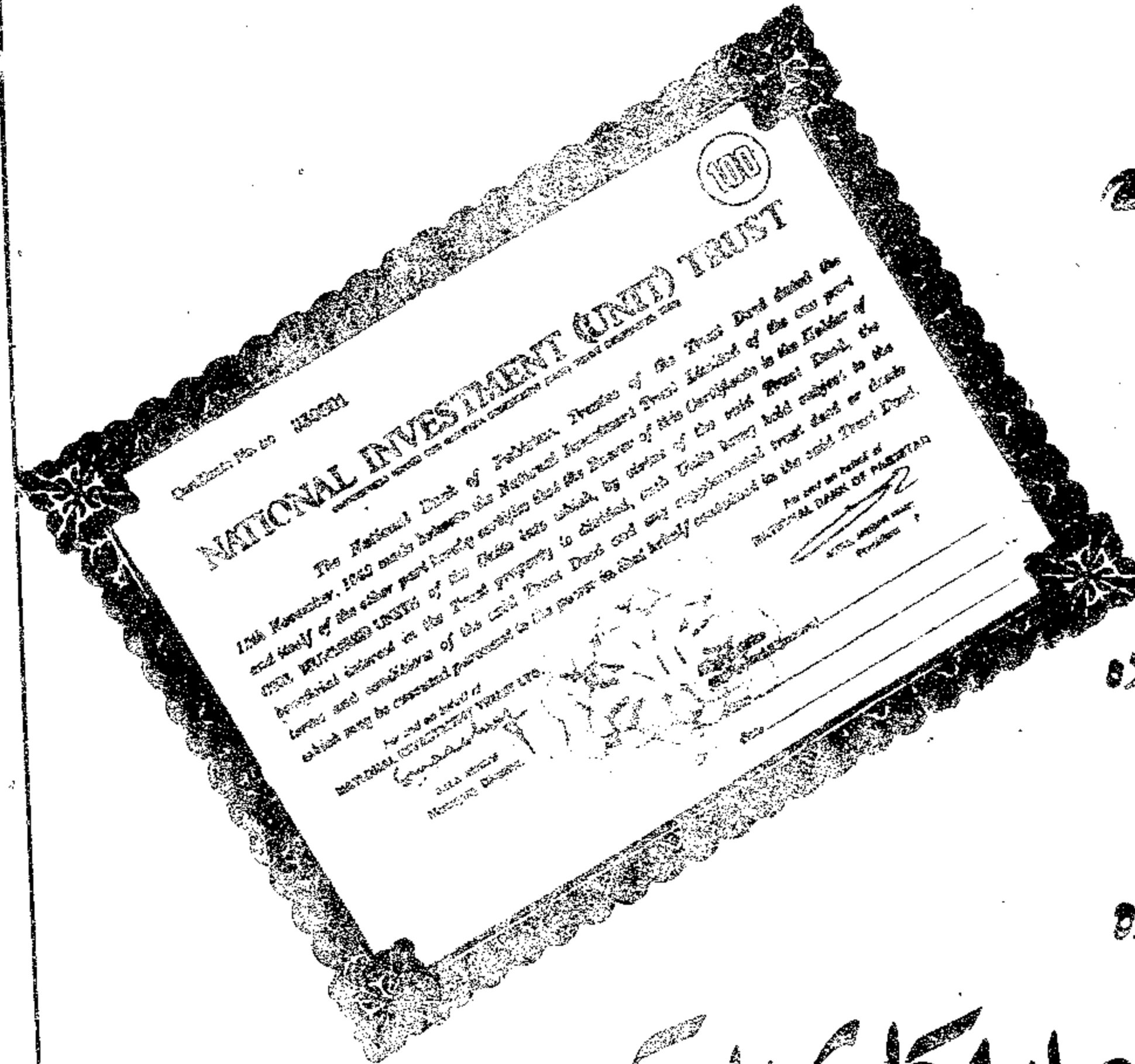
کیا یہ سچ ہے کہ کچھ

این آئی ٹی یونٹ

خریدار دوسروں سے زیادہ فائدے میں رہتے ہیں؟

جی ہاں کیونکہ وہ

مجموعی سرمایہ کاری اسکیم (CIP)

میں شامل ہوکر دوہرا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

- انہیں منافع کے بدلے اضافی یونٹ، رعایتی قیمت (۱۰ پیسے فی یونٹ کم) پر مل جاتے ہیں۔
- اس اسکیم کے تحت حاصل کردہ یونٹوں پر بھی آئندہ مالی سال میں انکم ٹیکس میں رعایت ملتی ہے۔ اس طرح بغیر کسی اضافی سرمایہ کاری کے انکم ٹیکس میں قوائد کے تحت چھوٹ حاصل کی جا سکتی ہے۔

جو یونٹ خریدار مجموعی سرمایہ کاری اسکیم سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ اپنے رجسٹریشن نمبر کے ساتھ ہمیں مالی سال کے اختتام یعنی ۳۰ جون سے پہلے مطلع کردیں۔

مزید معلومات کے لئے رابطہ قائم کیجیے:

این آئی ٹی سرمایہ کاری کا قابل اعتماد ادارہ

نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ

NATIONAL INVESTMENT TRUST • LTD •

صدر دفتر: نیشنل بینک آف پاکستان بلڈنگ، چھٹی منزل، پوسٹ بکس ۵۶۹۱، کراچی، فون ۵۹-۲۴۱۲۰۵۹

شاخیں: کراچی، حیدرآباد، سکھر، لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، اسلام آباد، ملتان، فیصل آباد، ایبٹ آباد، پشاور، کوئٹہ، میرپور (آزاد کشمیر)

PID 1 '98